

اللہ اکبر



مبحث الاذان ۱۳۳۳ھ

و

شافی جواب پر کافی ایرادات ۱۳۳۳ھ

تصنیف

تاج العلما حضرت علامہ مولانا سیدنا شاہ محمد میاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تقدیم، تسہیل، تخریج، جدید پیشکش

محمد راحت خاں قادری جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف یوپی

ناشر

المکتب النور

کھمریا پوسٹ روتاپور کلاں شاہجہانپور (یو۔پی) 242405

(M) 9634786652 E-mail:mrkmqadri@gmail.com

AL-MAKTAB-UN-NOOR
SHAHJAHANPUR (INDIA)

تقسیم کار

برکاتی بکڈپو نو محلہ مسجد بریلی شریف (یو۔پی) (M) 08881968805

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱۳۳۳ھ)
مبحث الاذان

و

(۱۳۳۳ھ)
شافی جواب پر کافی ایرادات

تصنیف

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاج العلما حضرت علامہ مولانا سیدنا شاہ محمد میاں قادری برکاتی

تقدیم، تسہیل، تخریج، ترتیب جدید

محمد راحت خاں قادری

جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف یوپی انڈیا

ناشر المکتب النوری

کھریا پوسٹ روتاپور کلاں شاہجہانپور یوپی۔242405

09457919474 E-mail:mrkmqadri@gmail.com

تقسیم کار

برکاتی بکڈپو بریلی شریف.8881968805

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں:

نام کتاب	مبحث الاذان
مصنف	تاج العلما حضرت مفتی محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ
جدید پیش کش	محمد راحت خاں قادری، منظر اسلام سوداگران بریلی شریف
تصحیح	حضرت علامہ مفتی محمد سلیم صاحب بریلوی شیخ الادب جامعہ رضویہ منظر اسلام سوداگران بریلی شریف
پروف ریڈنگ	مفتی شمس الدین خاں، مولانا محمد شاہد رضا، مولانا شہزاد عالم صاحب
سن اشاعت	۱۴۳۵ھ/مطابق ۲۰۱۳ء
ناشر	المکتب النوری کھمریا پوسٹ روتا پور کلاں شاہجہانپور یوپی
تقسیم کار	برکاتی بکڈپو بریلی شریف 8881968805

کتاب ملنے کے پتے

ریحان ملت اکیڈمی جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف یوپی

برکاتی بکڈپو اسلامیہ مارکیٹ، نومحلّہ مسجد بریلی شریف یوپی

المکتبۃ المصطفیٰ اسلامیہ مارکیٹ، نومحلّہ مسجد بریلی شریف یوپی

اویسی ویلفیئر سوسائٹی محمدی ضلع لکھیم پور کھیری یوپی

المجمع الاسلامی ملت نگر مبارکپور اعظم گڑھ یوپی

المکتب النوری کھمریا شاہجہانپور یوپی

مکتبہ رحمانیہ درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف یوپی

مکتبۃ المصطفیٰ بریلی شریف یوپی

فہرست کتاب

نمبر شمار	مشمولات	صفحہ نمبر
۱	اظہار مسرت	۴
۲	کلمات تبریک	۶
۳	دعائیہ کلمات	۷
۴	کلمات خیر	۸
۵	تقریظ جلیل	۱۰
۶	دعائے تحسین	۱۲
۷	تقریظ	۱۵
۸	ابتدائیہ	۱۶
۹	مقدمہ	۲۱
	مبحث الاذان	
۱۰	عکوس	۴۸
۱۱	سبب تالیف	۵۶
۱۲	عرب وعجم وغیرہ میں اذان داخل مسجد ہونے سے اعتراض	۶۰
۱۳	حرمین طیبین میں اذان جمعہ کہاں ہوتی تھی؟	۶۱
۱۴	بین یدیہ کی وضاحت	۶۵
۱۵	عند کی وضاحت	۷۲
۱۶	کیا پرانے جمعہ میں اذان جمعہ مسجد میں ہوتی تھی؟	۷۹
۱۷	کیا اذان خطبہ مثل اقامت ہے؟	۸۸
۱۸	شافی جواب پر کافی ایرادات	۹۳

اظہار مسرت

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، علامہ الحاج محمد سبحان رضا خاں سبحانی میاں دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف یوپی۔

حامداً ومصلیاً ومسلماً

جدید تحقیقات کے نام پر ہمارے اسلاف اور ہمارے بزرگوں کے موقف، نظریات اوران کی تحریروں کے ساتھ جو کھلواڑ کیا جارہا ہے وہ اہل فکرونظر سے مخفی نہیں۔آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اور ہماری نوجوان نسل اپنے اسلاف کی تحریروں کو جدید اشاعتی تقاضوں سے آراستہ کرکے انہیں منظر عام پر لائیں تاکہ یہ گراں قدر علمی خزانہ دست برد زمانہ سے محفوظ بھی رہے اورنسل نو ہمارے بزرگوں کے افکارونظریات سے بھی واقف ہو جائیں۔بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے جامعہ کے شعبۂ تربیت تدریس میں تدریسی تربیت سے اپنے آپ کوآراستہ کرنے والے ایک متحرک وفعال فرزند منظر اسلام مولانا محمد راحت قادری زید مجدہ ۹۵ رویں عرس رضوی کے موقع پر تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی ہم اہل بریلی کے لئے قابل افتخار کتاب ''مبحث الاذان'' کومنظر عام پرلارہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کوقبول فرمائے اور انہیں اشاعتی کاموں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم

فقیر قادری محمد سبحان رضا سبحانی غفرلہ
سجادہ نشیں خانقاہ رضویہ بریلی شریف
۱۷رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ

مجددِ دین وملت سرکار اعلیحضرت
عظیم البرکت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا الحاج الشاہ
امام احمد رضا خاں
فاضلِ بریلوی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبیرۂ اعلیحضرت
سبحانی میاں
محمد سبحان رضا خاں
سجادہ نشین ومتولی خانقاہ عالیہ رضویہ وناظم اعلیٰ جامعہ منظر اسلام رضا نگر محلہ سوداگران بریلی شریف



حجۃ الاسلام مولانا الشاہ محمد حامد رضا خاں رضی اللہ عنہ
مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں رضی اللہ عنہ
مفسر اعظم ہند مولانا الشاہ محمد ابراہیم رضا خاں رضی اللہ عنہ
قائد ملت مولانا الشاہ محمد ریحان رضا خاں رضی اللہ عنہ

Nabeera-e-Aala Hazrat Shahzada-e-Rehan-e-Millat, Alhaj MAULANA SUBHAN RAZA KHAN SUBHANI MIAN
Sajjada Nasheen Khanqah-e-Alia, Razvia, Hamidia, Nooria, Jeelania, Rehania Raza Nagar 84, Saudagran, Street, Bareilly-243003 (U.P)

MANAGER
Jamia Razvia
Munzar-e-Islam
Bareilly Shareef

MUTAWALLI
Raza Masjid
Bareilly Shareef

CHIEF EDITOR
Ala Hazrat
Monthly Magazine
Bareilly Shareef

Ref.........................

Date: ۱۷ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

۷۸۶/۹۲

اظہار مسرت

حامداً ومصلیاً ومسلماً

جدید تحقیقات کے نام پر ہمارے اسلاف اور ہمارے بزرگوں کے موقف، نظریات اور ان کی تحریروں کے ساتھ جو کھلواڑ کیا جارہا ہے وہ اہل فکر ونظر سے مخفی نہیں۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اور ہماری نوجوان نسل اپنے اسلاف کی تحریروں کو جدید اشاعتی تقاضوں سے آراستہ کرکے انہیں منظر عام پر لائیں تاکہ یہ گراں قدر علمی خزانہ دست برد زمانہ سے محفوظ بھی رہے اور نسل نو ہمارے بزرگوں کے افکار ونظریات سے بھی واقف ہوجائیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے جامعہ کے شعبۂ تربیت تدریس میں تدریسی تربیت سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے والے ایک متحرک وفعال فرزند منظر اسلام مولانا محمد راحت قادری زید مجدہ ۹۵ رویں عرس رضوی کے موقع پر تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی ہم اہل بریلی کے لئے قابل افتخار کتاب "محث الاذان" کو منظر عام پر لارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں اشاعتی کاموں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم۔

فقیر قادری محمد سبحان رضا سبحانی غفرلہ
سجادہ نشین خانقاہ رضویہ بریلی شریف
۱۷ رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ

Ph:. 2455624, 3293800, 2475683 (Off) Mob. 9359103539, 9719092786 Fax: 2474627 (0091-581)
E-mail : subhanimian@yahoo.co.in, alahazrat786@rediffmail.com. Website : www.ala-hazrat.org

هدیہ تبریک

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، علامہ الحاج محمد احسن رضا قادری مدظلہ العالی نائب سجادہ نشین

خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف یوپی۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اسلاف بیزاری کے اس دور میں آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اور ہماری نوجوان نسل خاص کر یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے اساتذہ و طلبہ اپنے اسلاف اور بزرگوں کی تحریروں کو جدید اشاعتی تقاضوں سے مزین کر کے قوم کے سامنے لائیں تاکہ یہ گراں قیمت اور اہم علمی خزانہ محفوظ بھی رہے اور موجودہ نسلیں ہمارے بزرگوں کے ان افکار و نظریات سے استفادہ بھی کریں۔ محبّ گرامی مفتی محمد سلیم صاحب بریلوی کے ذریعہ یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے جامعہ کے شعبۂ تربیت تدریس میں تدریسی تربیت سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے والے ایک متحرک و فعال نوجوان عالم دین مولانا محمد راحت قادری زید مجدہ ۹۵/ویں عرس رضوی کے موقع پر اذان ثانی کے عنوان پر تاج العلماء حضرت علامہ مفتی محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی کتاب ''مبحث الاذان'' کو منظر عام پر لا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں تصنیفی و تالیفی کاموں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم

فقیر قادری محمد احسن رضا قادری غفرلہ

نائب سجادہ نشیں خانقاہ رضویہ بریلی شریف

نزیل حال جامعہ ازہر مصر

۱۷/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

تقریظ

حضرت علامہ سید اویس مصطفی قادری واسطی مدظلہ العالی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ قادریہ رزاقیہ واسطیہ بلگرام شریف یوپی۔

۷۸۶/۹۲

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آج بتاریخ ۲۶/مارچ بروز منگل ۲۰۱۳ء عزیزم مولانا محمد راحت خاں قادری استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف بلگرام شریف تشریف لائے بہت خوشی ہوئی۔ مبحث الاذان جو تاج العلما حضرت علامہ مولا شاہ سید محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے جس کی موصوف نے تسہیل وتخریج کی اس کا مسودہ دیکھنے کو ملا جس کو جستہ جستہ پڑھا جو قوم کے لئے بہت نفع بخش ہے۔ مولیٰ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور انہیں دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے اور دینی وملی خدمات کی مزید توفیق رفیق اور حوصلوں میں استحکام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والثناء۔

سید اویس مصطفی قادری واسطی

تقریظ

حضرت علامہ سید سہیل احمد قادری چشتی واحدی بلگرامی
ولی عہد خانقاہ عالیہ قادریہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف ہردوئی یوپی

مبسلا و محمدا و مسلما و مصلیا

عام اذانوں کی طرح اذان ثانی جمعہ میں بھی سنت متوارثہ ومعمول بہا یہی ہے کہ خارج مسجد ہو۔ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانے میں یہ اذان مسجد اقدس کے دروازے پر ہوتی تھی۔ اس لئے فقہائے کرام نے فرمایا کہ اذان ثانی بیرون مسجد ہی ہونی چاہئے اور اندرون مسجد کو مکروہ وممنوع لکھا۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام اور امام اتقانی نے شروح ہدایہ میں خاص اذان ثانی کے متعلق تصریح فرمائی ''**هو ذكر الله تعالى في المسجد اى في حدوده لكراهة الاذان في المسجد** ''(فتح القدیر وغایۃ البیان، مبحث الاذان) یعنی اذان ثانی بیرون مسجد دی جائے، اندرون مسجد مکروہ ہے۔ جمہور سلف وخلف فقہائے احناف کا یہی مسلک ہے اور اسی پر زمانۂ قدیم سے تعامل چلا آ رہا ہے۔

علمائے بدایوں نے بعض دلائل کے سہارے اس تعامل کے خلاف ایک الگ رائے قائم کی اور اسے عوام میں رواج دیا اس طرح سنت کریمہ مردہ ہونے لگی رب قدیر نے اس کا احیا اعلی حضرت شاہ امام احمد رضا خان بریلوی کے ہاتھوں پر مقدر فرما دیا۔ انہوں نے اپنے خداداد تفقہ وتدبر کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مسئلے کی تحقیق انیق پیش فرمائی کہ قول حق آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح وروشن ہوگیا اور اس میں کسی تردد یا شبہے کی گنجائش باقی نہ رہی۔

علمائے بدایوں نے بجائے اس کے کہ قول حق کو تسلیم کر کے اس پر عمل پیرا ہوتے اس کے خلاف کتاب، رسالے، کتابچے اور اشتہار شائع کرنا شروع کر دیا۔ من

جملہ ان اشتہارات میں ایک اشتہار ''آئینہائے خواب وخیال'' بھی ہے جس میں اکابر مارہرہ پر ناروا وبیجا الزامات لگائے گئے۔

زیر نظر کتاب ''مبحث الاذان'' اسی اشتہار کا جواب ہے جس میں فاضل جلیل حضرت مولانا سید محمد میاں قادری برکاتی بلگرامی ثم مارہروی نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ ان الزامات کو رفع کیا ہے اور قول حق کی رونمائی کی قابل قدر کوشش کی ہے۔
حضرت کا یہ رسالہ جب شائع ہوا تو بدایوں اس کے جواب میں ''شافی جواب'' نامی ایک دوسرا اشتہار شائع ہوا۔ حضرت نے اس جواب پر کچھ ایرادات کئے ''جو شافی جواب پر کافی ایرادات'' کے نام سے شائع ہوئے۔

دونوں رسالے مفید اور معلومات افزا ہیں۔ حضرت مصنف علیہ الرحمہ کی حیات میں ایک بار شائع ہوئے اس کے بعد سے اب تک اس کی دوسری اشاعت نہ ہوسکی۔ قابل مبارک باد ہیں مولانا محمد راحت خاں صاحب کہ جنہوں نے جماعتی جمود کو توڑتے ہوئے ان دونوں رسالوں کی تخریج، تسہیل اور ترتیب جدید کے ساتھ اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ دونوں رسالوں کو شرف قبول بخشے، ان کے مصنف کے مراتب کو بلند فرمائے۔ اور مولانا محمد راحت صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں خدمت دین اور اشاعت مذہب کی زیادہ سے زیادہ توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات ربی وتسلیماتہ علیہ وعلی آلہ وازواجہ وذریاتہ واصحابہ ومن اتبعہ الی یوم الدین

فقیر سید سہیل احمد قادری چشتی واحدی بلگرامی

ولی عہد خانقاہ عالیہ قادریہ واحدیہ طیبیہ بلگرام شریف ہردوئی یوپی

۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۷/ مارچ ۲۰۱۳ء

تقریظ جلیل

جامع معقولات ومنقولات حضرت علامہ مفتی محمد عاقل رضوی صاحب

صدرالمدرسین وشیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذان خطبہ دیگر اذانوں کی مانند خارج مسجد دی جائے، فرق یہ ہے کہ اذان خطبہ کے لئے مؤذن کا خطیب کے سامنے ہونا سنت ہے۔ عام کتب فقہ میں ہے ''**یکرہ ان یؤذن فی المسجد**'' اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''**شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر**'' میں اس موضوع کے تمام گوشوں پر اتنی کثرت کے ساتھ دلائل وبراہین پیش کئے ہیں جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ خداداد علمی وفقہی قوت استدلال کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم میں جو قوت استدلال کثرت دلائل، ماخذ پر نظر عمیق، طرز استنباط میں جو علمی گہرائی پائی جاتی ہے وہ ان کے زمانے کے فقہا تو الگ ماضی قریب کے فقہا کے یہاں نظر نہیں آتی۔ جس موضوع پر قلم اٹھایا حق تحقیق وتدقیق ادا فرمادیا، اب نہ موافق کو مزید کی گنجائش، نہ مخالف کو مجال دم زدن۔ اس زمانے میں اسی مسئلہ سے متعلق کچھ علما نے اختلاف کیا جس کے نتیجہ میں تاج العلما اولاد رسول حضرت علامہ شاہ سید محمد میاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان جمعہ کے عنوان پر ''مبحث الاذان'' نام سے ایک جامع رسالہ تصنیف فرمایا، کتاب کی تصنیف کا منظر مطالعۂ کتاب سے واضح ہے حقیقت یہ ہے کہ حضور تاج العلما نے آسان لفظوں میں بحث کے تمام گوشوں کو اجاگر کردیا ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد منصف مزاج قاری کے لئے حق روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے گا۔ اگر دلائل کو پس پشت ڈال کر بغض وانانیت کی وجہ سے کوئی اندرون مسجد اذان پر بضد ہو تو حقیقت یہ ہے کہ یہ لاعلاج مرض ہے۔

یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ عزیز القدر مولانا محمد راحت قادری سلمہ تعالیٰ

استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف تخریج وتسہیل کے بعد مبحث الاذان کو جدید انداز میں شائع کررہے ہیں۔ انشاء اللہ یہ کتاب حق طلب قارئین کے لئے سامان تسکین اور مخالفین کے لئے باعث ہدایت ہوگی۔

مولانا راحت قادری صاحب نوجوان عالم دین ہیں صالح فکر کے حامل ہیں، پڑھنے لکھنے کا اچھا جذبہ رکھتے ہیں۔اس سے قبل ''ریحان الفقہ'' نام سے ان کی ایک کتاب منظر عام پر آچکی ہے، منظر اسلام سے شعبۂ تخصص فی الفقہ سے فارغ ہیں اور شعبۂ تربیت تدریس میں ۲؍سال سے نہایت ذمہ داری کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان کے بلند حوصلوں سے امید ہے کہ مستقبل میں بھی زبان وقلم سے مذہب اہلسنت مسلک اعلی حضرت کی نمایاں خدمات انجام دیتے رہیں گے۔ اللہ رب العزت جل جلالہ اس علمی کاوش کو قبول عام کا اعزاز بخشے اور ان کے حوصلوں میں مزید پختگی پیدا فرمائے۔ اور حضور صاحب سجادہ خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کا سایۂ عاطفت تادیر سلامت رکھے کہ جن کی سرپرستی میں اساتذۂ منظر اسلام تدریسی وقلمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آمین یارب العالمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

بندۂ اثیم

محمد عاقل رضوی

صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

۱۷؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

کلمات تحسین

حضرت علامہ مفتی محمد سلیم بریلوی صاحب

مدیر اعزازی ماہنامہ اعلیٰ حضرت و شیخ الادب منظر اسلام بریلی شریف

مارہرہ مطہرہ اور بریلی شریف کے درمیان جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اور آپ کے والد ماجد علامہ نقی علی خاں علیہما الرحمہ نے جس پاکیزہ ،مقدس، باعظمت اور محکم واٹوٹ ''روحانی رشتہ'' کی بنیاد ڈالی تھی وہ ہر نئے آنے والے دن میں اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتی رہی حتیٰ کہ قطب ارشاد نور العارفین حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے ''بایمائے غیبی'' سرکار اعلیٰ حضرت کو ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کا بھاری بھرکم خطاب عطا فرما کر قیامت تک کیلئے آپ کو اور خانوادۂ رضویہ کو خانوادۂ برکاتیہ میں ضم فرماتے ہوئے خانوادۂ رضویہ کے افراد کو خانوادۂ برکاتیہ کے زمرۂ افراد میں داخل فرمالیا۔ مارہرہ مقدسہ خانوادۂ رضویہ بریلی شریف اور خانوادۂ عثمانیہ بدایوں شریف دونوں ہی کا مشترکہ ''پیر خانہ'' ہے اسی قدر مشترک کی وجہ سے دونوں ہی خانوادوں میں کافی محبت و مؤدت اور عظمت واحترام کا رشتہ قائم تھا۔ خانوادۂ عثمانیہ کے افراد سے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ رضویہ کی خالص دینی و علمی زندگی میں محبت وشفقت، عظمت واحترام اور بغض وحسد اور کینہ وجلن جیسی دو متضاد صفتوں کا ظہور وصدور ہوا۔ محبت وشفقت اور عظمت واحترام ایسا کہ مایۂ ناز مرشد کامل کی طرف رہنمائی کی جارہی ہے، اپنی مخصوص محفلوں میں مہمان بنایا جارہا ہے۔ عربی و اردو میں بے مثال قصیدے کہے جارہے ہیں، تحریک ندوہ کے طاغوتوں کا شانہ بہ شانہ مقابلہ کیا جارہا ہے، عوام وخواص کے مجمع میں برسر منبر ''مجدد مائۃ حاضرۃ'' کا اعلان کیا جارہا ہے۔ بغض و حسد ایسا کہ ایک خالص فقہی مسئلہ میں اپنے پیر خانہ کے شہزادوں اور پیرزادوں کے افہام وتفہیم کے ذریعہ مسئلہ کے حل کی تجویز وپیشکش کو ٹھکرا کر، عالم سنیت کے کسی بھی عالم و پیشوا پر عدم اعتماد کو ظاہر کرتے ہوئے اور انگریز کی کرسی کی پناہ لیتے ہوئے وارنٹ جاری کرایا

جارہا ہے۔ ہوا یوں کہ جب سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اکابر فقہائے احناف کے مضبوط و مستحکم جزئیات کی روشنی میں یہ فتویٰ دیا ''کہ خطبہ سے پہلے دی جانے والی ''اذان ثانی'' داخلِ مسجد دینا ناجائز ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ اذان خارج مسجد ہو''۔ سرکار اعلیٰ حضرت کے اس فتوے کا رد جہاں دیوبندیوں، وہابیوں اور علمائے رامپور وغیرہم نے نہایت شدت کے ساتھ کیا وہیں علمائے بدایوں بھی اس میدان میں کھل کر انہیں کے ساتھ ہوگئے۔ مگر قابل ستائش اور قابل تقلید ہیں مارہرہ مطہرہ کی وہ عظیم شخصیتیں جنہیں صاحب سجادہ خانقاہ برکاتیہ حضرت سید مہدی حسن میاں قادری برکاتی، مجدد برکاتیت صاحب عرس قاسمی حضرت سید اسماعیل حسن شاہ جی میاں اور تاج العلماء حضرت سید شاہ محمد میاں برکاتی قدست اسرارہم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ وہ عظیم روحانی شخصیتیں ہیں جنہوں نے صدیوں سے قائم بدایونی علماء سے اپنے رشتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خالص حق کا ساتھ دیتے ہوئے امام احمد رضا قدس سرہ کی ایسے نازک وقت میں نہ صرف یہ کہ حمایت کی بلکہ ان کے سامنے ان کے مخالفین کیلئے یہ مشائخ مارہرہ مطہرہ ایک آہنی دیوار بن گئے اور آپ کی ان حضرات نے ایسی حمایت واعانت فرمائی کہ جس طرح اپنے خاندان کے کسی فرد کی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان حضرات کی نظروں کے سامنے ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کا ایک وسیع عرفی مفہوم موجود تھا۔ اکابر مارہرہ مطہرہ نے اپنے فرض منصبی کو نبھاتے ہوئے علمائے بدایوں کے سامنے ہر چند یہ کوشش کی کہ یہ نزاع افہام و تفہیم کے ذریعہ حل ہو جائے۔ مگر بجائے اس کے کہ اپنے پیر خانے کے بزرگوں کا احترام مدنظر رکھتے ہوئے ان کی اس سعیٔ محمود پر عمل کیا جاتا یہ علمائے بدایوں ضد پر ایسے اڑے کہ انہوں نے اس سلسلے میں اپنے پیر خانے کے شہزادوں کی دل شکنی تک کی پرواہ نہ کی۔ چنانچہ اس وقت کے شہزادگانِ مارہرہ مطہرہ کو ان علمائے بدایوں سے جو تکلیفیں پہونچیں انہیں کو صاحب عرس قاسمی حضرت سیدنا اسماعیل حسن عرف شاہجی میاں علیہ الرحمہ نے نہایت ہی رقت آمیز لب و لہجے میں ایک مراسلہ کی صورت میں

نواب سید سردار علی صاحب بہادر حیدر آباد دکن کو مؤرخہ ۲۴؍ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ کو ارسال فرمایا تھا۔ نیز ان کے شہزادۂ گرامی اور حضور احسن العلماء و حضور سید العلماء کے ماموں جان تاج العلماء حضرت سید مفتی محمد میاں برکاتی علیہ الرحمہ نے ''مبحث الاذان'' نامی رسالہ تحریر فرمایا جسے اب ہمارے جامعہ رضویہ منظر اسلام میں شعبۂ تربیت تدریس کے ایک متحرک و فعال فرزند محترم جناب مولانا محمد راحت قادری جدید تقاضوں سے آراستہ کر کے منظر عام پر لا رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس اشاعتی کوشش کو شرف قبول عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم

محمد سلیم بریلوی استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

۱۶؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

تقریظ

مفتی محمد افروز عالم نوری صاحب

شیخ التدریس والافتا جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

قانون اسلام ایسا ہمہ گیر ہے کہ انسانی زندگی کے ہر پہلو اور گوشے کو محیط ہے۔ کسی بھی عقلمند وذی شعور انسان کا کوئی بھی فعل ایسا نہ ہوگا جو کہ حلال وحرام، صحت و فساد اور کراہت واستحباب کے تحت نا آتا ہو۔

ہاں جب کسی بھی حکم کو جانا جاتا ہے تو اس کے لئے قرآن وحدیث اور اقوال خلف وسلف کو معیار بنایا جاتا ہے۔ زیر نظر کتاب ''مبحث الاذان'' جو کہ تاج العلما اولاد رسول حضرت علامہ مولانا مفتی سید محمد میاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ کی گراں قدر تصنیف ہے۔ جس کے اندر قرآن وحدیث اور اقوال مفسرین وفقہائے خلف وسلف سے اس بات کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے کہ جمعہ کی اذان خود حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان بیرون مسجد ہوا کرتی تھی اسی پر جمہور علمائے دین کا فتوی چلا آیا ہے۔ لہذا اس کے برخلاف اندرون مسجد اذان کہنا سنت متوارثہ کے خلاف اور مکروہ ہے۔

کتاب مذکور چونکہ مصنف علیہ الرحمہ کی ظاہری حیات مبارکہ میں شائع ہونے کے بعد دوبارہ شائع نہ ہوسکی اسی وجہ سے کتاب دستیاب نہیں تھی اگر کوئی تھی بھی تو وہ بوسیدہ حالت اور میں کہ جس سے افادہ مشکل تھا۔

اب عزیز القدر مفتی محمد راحت قادری سلمہ الباری نے اچھی ترتیب وتخریج کے ساتھ اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کے لئے جو اہم قدم اٹھایا یقیناً لائق ستائش ومبارکباد ہے مولی تعالی ان کی اس کاوش کو قبول عام فرمائے اور انہیں مزید دینی خدمات کی توفیق بخشے۔ آمین

محمد افروز عالم نوری بریلوی

۱۶ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

ابتدائیہ

علامہ مفتی معین الدین خاں صاحب
شیخ التدریس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الاذان ایذانا و اعلانا و الصلاۃ ولسلام علی سیدنا محمد ھو بشارۃ الاذان و مولانا و علی آلہ و صحبہ ھم موذنون الحق و اعیاناو علینا معھم و بھم یا ربنا .

عصر حاضر ایک المناک اور پر آشوب دور ہے افتراق و انتشار، بغض و حسد عجب و ریا، چغل خوری ہوس پرستی کا بول بالا ہے۔ اپنے بیگانے اور بیگانے اپنوں سے بھی زیادہ قریب نظر آتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ مخبر صادق عالم ما کان و ما یکون نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے پہلے ہی اس بات کی خبر دے دی تھی کہ ایک وہ زمانہ آئے گا کہ انسان اپنے قریبی رشتہ داروں سے لاتعلق ہو جائے گا اور غیروں کو اپنائے گا۔

کہاں یہ امت خیر الامم تھی جس کا اختلاف بھی رحمت تھا آج اس کا برعکس ہے۔ وجہ وہی ہے کہ اختلاف کی بنیاد اگر خلوص پر ہے تو رحمت ورنہ زحمت و نفرت آج علم و عرفان کے مدعی لاکھوں ہیں مگر مخلصین کا وجود عنقا ہے یا کمیاب و نادر۔

ہمارا رب تو ہمیں یہ حکم فرما رہا ہے **"فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تومنون باللہ و الیوم الاخرۃ"** (سورۂ نساء) تو اگر تمہارا اختلاف کسی معاملہ میں ہو جائے تو اسے اللہ و رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ دیکھو! ہمارا رب ہمیں کیا حکم ارشاد فرما رہا ہے کہ آپسی اختلافات چاہے دینی ہوں یا دنیوی اس کا حل قرآن و حدیث میں تلاش کرو اور ان کے حکم بے چون و چرا تسلیم کرلو، اسی میں دارین کی صلاح و فلاح ہے۔ لہذا اللہ و رسول کے حکم کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے فیصلۂ شرعیہ ملاحظہ فرمایئے اور سیدنا سرکار اعلی حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ و الرضوان نے اذان خطبہ کی

متروکہ سنت کا جو احیا فرمایا ہے اور جو تحقیق و تنقیح پیش فرمائی ہے وہ حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے متلاشیان حق کے لئے وہی کافی ووافی ہے بشرط کہ تعصب کی عینک کو ہٹا کر حق وانصاف کی نگاہوں سے ملاحظہ کیا جائے اور اگر اتنا موقع نہ ہوتو یہی کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے غائر نظر سے ملاحظہ فرمالیں۔

یعنی حضور تاج العلما سید شاہ محمد میاں قادر برکاتی مارہروی قدس سرہ کی گراں قدر تصنیف لطیف ''مبحث الاذان'' حق و انصاف اور ایمانی نظروں سے پڑھیں گے تو انشاءاللہ الرحمٰن حق آشکارا ہوئے بغیر نہیں رہے گا۔

چونکہ کتاب مذکور تسہیل و تحقیق کے ساتھ عرس رضوی کے سنہرے موقع پر از سر نو زیور طبع سے آراستہ ہوکر آرہی ہے جو حضرت مولانا مفتی محمد راحت خاں قادری صاحب مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی کاوش کا نتیجہ ہے، اس لئے چند نمونے خادمانہ طور پر نذر ہیں:

دیکھئے ہمارا رب عزوجل ارشاد فرمارہا ہے ''**یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع** ''(سورۂ جمعہ پارہ ۲۸ /آیت ۹) اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دے دی جائے تو نماز کے لئے دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

مفسر قران شیخ احمد بن محمد اس آیت مقدسہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں کہ:

المراد بہ الاذان عند جلوس الخطیب علی المنبر وذلک لانہ لم یکن فی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نداء سواہ فکان لہ مؤذن واحد اذا جلس علی المنبر اذن فاذانزل اقام الصلاۃ ثم کان ابوبکر وعمر وعلی بالکوفۃ علی ذلک حتی کان عثمان وکثر الناس وتباعدالمنازل زاد اذانا آخر فامر بالتاذین اولا علی دارہ التی تسمی بالزوراء فاذا سمعوا اقبلو حتی اذا جلس علی المنبر اذن الموذن ثانیا ولم یخالفہ احد فی ذلک الوقت ۔(تفسیر صاوی جز رابع ص:۱۹۵)

مراد اس سے وہ اذان ہے جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت کہی جاتی ہے اور یہ اس

لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانے میں صرف یہی اذان تھی تو اس کے لئے ایک موذن مقرر تھے تو وہ مسجد کے دروازے پر اس وقت اذان دیتے تھے جب آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہو جاتے پھر جب خطبہ پڑھ کر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نیچے اترتے تو موذن تکبیر کہتے پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما اسی پر قائم رہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کوفہ میں اسی پر قائم رہے یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ جب خلیفہ ہوئے لوگوں کی تعداد بڑھی اور گھر دور دور ہو گئے تو آپ نے ایک دوسری اذان کا اضافہ کیا تو آپ نے پہلی اذان اپنے گھر کے اوپر پڑھے جانے کا حکم دیا جس کو زورا کہا جاتا ہے پھر جب اذان سن کر لوگ آ گئے آپ منبر پر بیٹھ گئے تو موذن نے دوسری اذان کہی، اور آپ کی اس وقت کسی نے مخالفت نہ کی۔

دیکھئے تو سرکار مقدس سے لے کر خلفائے راشدین کے دور تک کا کتنا صریح بیان ہے کہ اذان خطبہ منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی۔

امام رازی علیہ الرحمہ کی تفسیر کبیر جلد/۱۰ ص؛۵۴۲/ پر ہے:

کان اذا جلس علیہ الصلاۃ والسلام علی المنبر اذن بلال علی باب المسجد و کذا علی عھد ابی بکر و عمر. جب کہ سرکار علیہ الصلاۃ والسلام منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضرت بلال اذان پڑھتے مسجد کے دروازے پر ایسے ہی شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانہ میں ہوتا تھا۔

اور ایسے ہی تفسیر کشاف جلد۴/۱۹/۲۰) **فکان اذاجلس علی المنبر اذن علی باب المسجد .** جب سرکار مدینہ منبر پر رونق افروز ہوتے تو اذان پڑھی جاتی۔

علامہ ابن جوزی کی زاد المسیر فی علوم التفسیر جلد۴/جز۸/ص:۵۳/ پر ہے:

کان اذا جلس علی المنبر اذن بلال علی باب المسجد و کذلک کان علی عھد ابی بکر و عمر ۔جب نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو حضرت بلال مسجد نبوی کے دروازے پر اذان پڑھتے اور ایسا ہی شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کے دور میں ہوتا تھا۔

اور تفسیر کی دیگر کتب مثلاً الفتوحات الالٰہیہ، تفسیر خازن، تفسیر نیشاپوری، تفسیر البحر المحیط وغیرہ سے بھی یہی مضمون مستفاد ہے جو کہ ابھی نظر نواز ہوا۔

اب لیجئے صحاح ستہ کی کتاب ابو داؤد شریف شیخ امام ابو داؤد سلیمان ابن اشعث السجستانی علیہ الرحمہ کی کہ جس میں ہر ایک کی مستدل یہ حدیث ہے۔ عـــــن الزهری عن السائب بن یزید رضی الله تعالی عنه قال کان یؤذن بین یدی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اذاجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر "(سنن ابوداؤد شریف ص ۱۵۵ رقم الحدیث ۱۰۸۸) وہ زہری سے وہ سائب ابن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی اور یہی حال ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے زمانۂ اقدس میں رہا۔

حضرت سائب ابن یزید رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث میں صراحتاً باب المسجد کا لفظ موجود ہے۔ اور بخاری شریف جلد اول ص: ۱۲۴ / پر حضرت سائب ابن یزید ہی سے مروی ہے۔ ترمذی جلد اول میں ص ۱۱۵ / پر حضرت سائب ابن یزید ہی سے مروی ہے ۔نسائی شریف جلد اول ص؛ پر حضرت سائب ابن یزید ہی سے مروی ہے۔ ابن ماجہ شریف جلد اول ص: ۷۹ پر حضرت سائب ابن یزید ہی سے مروی ہے۔ جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے مقام زوراء پر زائد کردہ اذان کا ذکر ہے۔ باب المسجد کا لفظ کسی میں بھی مذکور نہیں یعنی محل اذان کی تعیین صرف ابوداود میں ہے بقیہ مذکورہ کسی کتاب میں محل اذان کا ذکر نہیں۔

لہذا تفسیر وحدیث کی کتابوں میں درون مسجد اذان ہونے کا کہیں ذکر نہیں خارج مسجد یعنی باب مسجد کا ذکر تفسیر میں بھی ہے اور حدیث میں بھی تو توارث خارج مسجد کے لئے ثابت ہے نہ کہ داخل مسجد کے لئے۔

ہمارے فقہائے عظام نے بھی اندرون مسجد کو مکروہ وممنوع اور خلاف سنت قرار دیا ہے۔

لیجئے فتح القدیر جلد دوم ص: ۵۶ / پر ہے "وهو ذکر الله فی المسجد ای

فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله''۔اوراذان ذکرالٰہی ہے مسجد یعنی حدود مسجد میں کیونکہ داخل مسجد اذان دینا مکروہ ہے۔

اور فتح القدیر جلداول ص:۲۵۰/ پر یوں ہے''امـاالاذان فعلی المئذنة فان لـم یـکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد.''رہی اذان تومئذنہ پر کہی جائے اوراگرمئذنہ نہ ہوتو فنائے مسجد میں دی جائے فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے منع فرمایاہے۔

البحرالرائق جلداول ص:۱۴۴/ پر ہے''ویـنـبـغـی ان یـؤذن علی ا لمئذنة اوخـارج الـمسـجد ولایوذن فی المسجد۔''اذان مئذنہ پردی جائے یاخارج میں مسجد میں اذان نہ دی جائے۔طحاوی علی المراقی میں ص:۱۹۷/ پر ہے'' ویـکـره ان یؤذن فی المسجد.''مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

فتاوی عالمگیری جلداول ص:۵۵/ پر ہے''ویـنبغی ان یؤذن علی ا لمئذنة اوخارج المسجد کذا فی فتاوی قاضی خاں''اذان مئذنہ پردی جائے یاخارج مسجد دی جائے مسجد میں نہ دی جائے۔

رہی ہدایہ کی عبارت''اذن الـموذنون بین یدی المنبر وبذلک جری توارث''اورموذن منبر کے سامنے اذان دیں اوریہی پرتوارث ہے۔

اس کا ترجمہ اندرون مسجد کرنا عقل ونقل اورعرف سب کے مخالف ہے۔لفظ بین یدی اور امام المنبر وغیر کی تحقیق مطلوب ہوتو شمائم العنبر ، اذان من اللہ، وقایۃ اہلسنت ،حق نما فیصلہ ،سلامۃ اللہ لاہل السنۃ، ازالۃ العار، سدالفرار، اذان خطبہ کہاں ہو؟،اذان خطبہ کا مسنون مقام اورخوداسی کتاب مبحث الاذان کا مطالعہ کیجئے دودھ کا دودھ پانی کاپانی سامنے ہوگا۔اللہ عزوجل کی بارگاہ میں التجاہے کہ ہم اہلسنت کوحق بولنے حق سمجھنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین بجاہ سیدالمرسلین صلوات اللہ تعالی وسلامہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ واہلبیتہ اجمعین۔

عبدہ المذنب محمدمعین الدین خاں برکاتی شب ۱۳/صفر۱۲/بجکر پچاس منٹ

(مقدمہ)　　احوال مصنف

ولادت باسعادت:

تاج العلما علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۲۳ / رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ کو محلّہ تامسین گنج سیتاپور میں آپ کے دادا محترم حضرت سید شاہ محمد صادق علیہ الرحمہ کے دولت کدہ پر ہوئی۔ والدہ ماجدہ کا نام سیدہ منظور فاطمہ بنت سید شاہ نور المصطفے بن حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم تھا۔

اولادرسول فخر العالم محمد نام پر عقیقہ کیا گیا۔ آپ محمد میاں کے نام سے مشہور تھے بعض لوگ اس مناسبت سے کہ آپ کے بڑے بھائی سید شاہ غلام محی الدین کو فقیر عالم کہا جاتا تھا آپ کو بھی محمد عالم کہتے تھے۔

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی اولادرسول اور آپ محمد میاں سے مشہور ہیں۔ لقب تاج العلما تھا۔ آپ صاحب عرس قاسمی سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے واسطے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے ملتا ہے جس کے متعلق تاج العلما علیہ الرحمہ نے خود تحریر فرمایا ہے: فقیر اولادرسول محمد میاں ابن سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمٰعیل حسن الملقب بہ شاہ جی مد ظلہ ابن حضرت سید شاہ محمد صادق میاں ابن حضرت سید شاہ اولادرسول ابن حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب ابن حضرت سید شاہ حمزہ، ابن حضرت سید شاہ آل محمد، ابن حضرت سید شاہ برکت اللہ، ابن حضرت سید شاہ اویس، ابن حضرت سید شاہ عبدالجلیل، ابن حضرت سید شاہ عبدالواحد، ابن حضرت سید شاہ ابراہیم، ابن حضرت سید شاہ قطب الدین، ابن حضرت سید شاہ ماہرو، ابن حضرت سید شاہ بڈھ، ابن حضرت سید کمال، ابن حضرت سید قاسم، ابن حضرت سید حسن، ابن حضرت سید نصیر، ابن

حضرت سید حسین، ابن حضرت سید عمر، ابن حضرت سید محمد صغری جد قبائل سادات بلگرام، ابن حضرت سید علی، ابن حضرت سید حسین، ابن حضرت سید ابوالفرح ثانی، ابن حضرت سید ابوفراس، ابن حضرت سید ابوالفرح واسطی جد اعلیٰ جماعت سادات زیدیہ بلگرام و بارہا وغیرہما، ابن حضرت سید داؤد، ابن حضرت سید حسین، ابن حضرت سید یحییٰ، ابن حضرت سید زید سوم، ابن حضرت سید عمر، ابن حضرت سید زید دوم، ابن حضرت سید علی عراقی، ابن حضرت سید حسین، ابن حضرت سید علی، ابن حضرت سید محمد، ابن حضرت سید عیسیٰ المعروف بموتم الاشبال، ابن حضرت سید زید شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ابن امام ہمام سید السادات زین العابدین الملقب بسجاد، ابن سید الشہدا امام حسین ابن حضرت علی زوج سیدۃ النساء فاطمہ زہرا بنت حضرت سید الانبیا حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم علیہ وعلیہم وعلینا معہم ولہم اجمعین۔ (تاریخ خاندان برکات ص: ۸/۷)

تعلیم وتربیت:

اس سلسلہ میں تاج العلما علیہ الرحمہ نے خود تحریر فرمایا ہے: درسیات مروجہ مختصرہ فارسی اپنے حضرت والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ اور منشی فرزند حسن صاحب ساکن قصبہ پالی ضلع ہردوئی اور مولوی میاں جی رحمت اللہ صاحب مارہروی سے پڑھیں۔ اور انہیں تینوں اور اپنے برادر معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم مرحوم سے مشق خط کی۔

اور درسیات مروجہ درس نظامی عربی، فقہ واصول فقہ ونحو وصرف ومعانی وبیان ومنطق وفلسفہ وعقائد وکلام وتفسیر وحدیث وغیرہ اپنے والد ماجد قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم العالیہ ومولوی سید حیدر شاہ صاحب ومولوی شاہ غلام رحمانی صاحب ولایتی وحافظ امیر اللہ صاحب بریلوی ومولانا مولوی عبد المقتدر صاحب بدایونی سے پڑھیں اور بعض دیگرے سے بھی چند اسباق پڑھے، ان درسیات کا غالب حصہ مولوی سید حیدر شاہ

صاحب پشاوری سے پڑھا۔

علم حدیث وغیرہ کی سند فقیر کو اپنی خاندانی مسلسل حضرت والد ماجد صاحب قبلہ وحضرت نانا صاحب سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب سے بحمدہ تعالیٰ حاصل ہے۔

قرآن مجید فقیر نے اپنے حضرت والد ماجد قبلہ اور برادر معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم وہمشیرہ معظّمہ (اعجاز فاطمہ) اہلیہ سید مہدی حسن صاحب اور جناب استاذ مکرم حافظ عبدالکریم صاحب ملک پوری سے حفظ کیا۔ اور حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی اور بعض دیگرے سے بھی چند سبق پڑھے اور کچھ دور کیا۔ (تاریخ خاندان برکات ص:۶۵/۶۶)

سجادہ نشینی:

حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ کا وصال ہوگیا حضرت نے اپنی حیات ہی میں سلسلہ عالیہ کا سجادہ نشین حضرت تاج العلما کو بنا دیا تھا۔ اس کے مطابق حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر حسب دستور قدیم خاندان برکاتیہ آپ سجادہ غوثیہ برکاتیہ پر رونق افروز ہوئے۔

تصنیفات وتالیفات:

(۱) القول الصحیح فی امتناع الکذب القبیح (۲) رسالہ مختصرہ در اثبات واجب الوجود (۳) حاشیہ بر رسالہ خلاصۃ المنطق بدایونی (۴) مبحث الاذان (۵) شافی جواب پر کافی ایرادات (۶) بدایونی تحریر کے شافی جواب (۷) خاندان برکات (یہ کتاب حضرت نے دوران طالب علمی میں لکھی جبکہ آپ شاہجہانپور میں پڑھ رہے تھے۔ خاندان برکات ص:۶۹) (۸) سوانح عمری حضرات اکابر خاندان برکات (۹) نماز کے پڑھنے اور پڑھانے کا عمدہ طریقہ (۱۰) خیر الکلام فی مسائل الصیام

(۱۱) اکمل التاریخ پر ایک تنقیدی تبصرہ (۱۲) نور مدائح پر ایک تنقیدی نظر (۱۳) قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد (۱۴) انسداد قربانی گاؤ کے متعلق مسلم لیگ کا ریزولیوشن اور مذہبی نقطۂ نظر سے اس کی تنقید (۱۵) کیا نان کو آپریشن شرعی ترک موالات ہے؟ (۱۶) خطبۂ صدارت جماعت انصار الاسلام (۱۷) گاندھیوں کا اعمال نامہ (۱۸) لیڈروں کا کارنامہ (۱۹) برکات مارہرہ ومہمانان بدایوں (۲۰) التحقیقات الشرعیہ فی ردالخباثات الگاندھویہ (۲۱) مثنوی روزہ اور رمضان شریف کے فضائل میں (۲۲) البرہان القوی علی عدم جواز التراویح خلف الصبی (۲۳) تفہیم المسائل بارسال الرسائل (۲۴) مجموعہ مضامین (۲۵) مجموعہ فتاوی فقیر (۲۶) خزانہ واقعات عجیبہ تذکرۂ جناب برادر صاحب معظم سید فقیر عالم مرحوم (۲۸) حق کی فتح مبین (۲۹) ترجمہ اردو آداب السالکین (۳۰) شوکت اسلام (۳۱) مجموعہ مکاتبات فقیر و مولوی عبد الباری لکھنوی (۳۲) فتنۂ ارتداد اور ہندو مسلم اتحاد (۳۳) رسالہ دررد مغالطات گاندھویہ (۳۴) العذاب الاکبر لمانع ذبح البقر۔ ان کے علاوہ بھی حضرت موصوف کی تحریر کردہ کتب ہیں جن کے نام مجھے معلوم نہ ہو سکے۔

مارہرہ، بدایوں اور بریلی کا باہمی ربط

مشایخ مارہرہ وبدایوں:

تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر ابن سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول حضرت مولانا شاہ عبد المجید عین الحق ابن حضرت مولانا شاہ عبد الحمید بدایونی ابن مولانا محمد سعید ابن مولانا محمد شریف ابن مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین سے ہوتا ہوا سلسلۂ نسب جامع قرآن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ علیہ تک پہونچتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الحمید بدایونی آپ ۱۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علم وفضل سے آراستہ تھے زبان میں اتنی تاثیر تھی کہ جس کے لئے دعا فرما دیتے اس کی بگڑی بن

جاتی۔شمس مارہرہ حضرت سیدنا شمس الدین مولانا آل احمد اچھے میاں مارہروی قدس سرہ سے بیعت وخلافت حاصل تھی اور لوگوں کے اصرار کے باوجود آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا۔

آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا شاہ عبدالمجید عین الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۱۷۹ھ میں پیدا ہوئے اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد اپنے فطری جذبۂ سے شیخ کامل کی تلاش وجستجو میں سفر کا سلسلہ شروع کیا کہیں تشفی حاصل نہ ہو سکی۔ چنانچہ ایک دن سوتے ہوئے قسمت کی معراج ہوئی کہ خواب میں سید المرسلین حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک نورانی تخت پر جلوہ افروز ہیں اور ارد گرد دور تک صحابۂ کرام واولیائے عظام حلقہ باندھے ہوئے تشریف فرما ہیں۔انہیں نورانی ہستیوں میں حضور غوث اعظم ،حضرت بابا فرید اور حضرت اچھے میاں بھی موجود ہیں۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غوث اعظم کی جانب اشارہ فرمایا اور غوث اعظم نے آپ کا ہاتھ حضرت اچھے میاں کے دست مبارک میں دے دیا۔ جب آپ صبح کو بیدار ہوئے تو بصد شوق بارگاہ مرشد حق حضرت اچھے میاں سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔اور شیخ کی عقیدت و محبت میں ایسے سرشار ہوئے کہ ایک لمحہ کے لئے جدائی گوارہ نہ فرماتے جب حکم ہوتا تو گھر آتے اور جلد ہی اہل خانہ کی ضروریات کی تکمیل کر کے واپس ہو جاتے۔

حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی اور حضرت سید غلام محی الدین مارہروی علیہما الرحمہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔آپ کے اکلوتے صاحبزادے سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ آپ کے خلفا میں سے ہیں۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد جب لکھنؤ سے بدایوں آئے تو حضرت والد گرامی چونکہ مارہرہ میں موجود تھے لہذا والد محترم اور اچھے میاں کی قدم بوسی کے لئے وہاں حاضر ہوئے۔اور وہاں اقامت کے دوران ہی حضرت اچھے میاں نے تحصیل علم طب کا حکم

دیا دوسال میں اس کی تکمیل کی۔اور اس کے بعد پوری زندگی خدمت دین میں مصروف رہے۔۱۲۸۹ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ خاتم الاسلاف حضرت مولانا سید محمد صادق میاں برکاتی قدس سرہ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

سیف اللہ المسلول حضرت علامہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ کے چھوٹے صاحبزادے تاج الفحول محبّ رسول علامہ عبدالقادر قادری بدایونی کی ولادت ۱۲۵۳ھ میں ہوئی۔ جب علوم عقلیہ ونقلیہ کے امام کامل ہوگئے تو سیف اللہ المسلول نے آپ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت فرمایا اور وہ فیوض و برکات جو آپ کو اپنے والد محترم سے حاصل ہوئے یک لخت آپ کو عنایت فرما دئے۔(ماخوذ از: تاج الفحول حیات وخدمات)

مشایخ مارہرہ وبریلی:

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کی ولادت ۱۲۷۲ھ کو بریلی شریف میں ہوئی۔۱۳/سال ۱۰/ماہ ۴/دن کی عمر سے باقاعدہ مسند افتا پر فائز ہوگئے ۱۲۹۴ھ تقریبا ۲۲/سال کی عمر میں اپنے والد ماجد حضرت مفتی نقی علی خاں صاحب اور تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالی علیہما کے ساتھ حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔کہ جنہوں نے آپ کو بیعت وخلافت سے مشرف فرمایا۔تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت کے ساتھ ساتھ مصافحات اربعہ کی اسناد سے بھی نوازا۔مرشد برحق حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا:

”اگر قیامت کے دن اللہ تعالی مجھ سے دریافت فرمائے گا کہ میرے لئے کیا لائے ہو؟ تو مولانا احمد رضا صاحب کو پیش کردوں گا“۔

آپ نے پوری زندگی علم دین کی خدمت اور ایمان کی حفاظت کرنے میں گزاری۔اور ۱۳۴۰ھ کو وصال فرمایا۔

آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو حضور سید شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بھی اجازت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔ دوسرے صاحبزادے مصطفے رضا خاں نوری مفتی اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمہ کہ جب آپ کی عمر شریف ٦ رمہینہ تھی تو حضرت سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی علیہ الرحمہ نے آپ کو اپنی آغوش مبارک میں لیکر داخل سلسلہ فرمایا اور اپنی مبارک انگلیاں آپ کے منہ میں داخل کیں ۔ اور آپ کو تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے نواز کر والد ماجد سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے ارشاد فرمایا: ''یہ بچہ ولی ہے'' اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔ یہ فیض کا دریا بہائے گا۔ (ملخصا ماخوذ از فیضان شجرۂ رضاص: ۱۱۱ تا ۱۳۲)

مشایخ بدایوں و بریلی:

نہ تو مجھ سے جدا نہ میں تجھ سے	میں تیرا تو میرا محبّ رسول
غلطی کی ترمرا کیسا	تو من و من تو محبّ رسول

(چراغ انس ص: ۳۳)

آیۃ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین، مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی اور تاج الفحول محبّ رسول علامہ عبد القادر بدایونی قدس سرہما کے درمیان الفت ومحبت، اور فکری ہم آہنگی ایسی تھی جو کہ بعد والوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ جس کا سبب حمایت دین متین کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ ابوالقاسم سید شاہ اسمٰعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ ''جس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب مولانا عبد القادر کی عزت کرتے اسی طرح مولانا عبد القادر ان سے محبت کرتے ان کی خاطر داری فرماتے ان کی حمایت کے ہر موقع پر کوشاں رہتے۔ بدایوں سے مفصلہ کے گروہ کی بغرض مناظرہ ومباحثہ بریلی جانے کی خبر مسموع ہوئی

مولانا عبدالقادر صاحب نے فورا بریلی جانے کے لئے سامان درست فرمالیا مگر روانگی سے قبل معلوم ہو گیا کہ وہ گروہ تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ آیا۔ اس لئے ارادۂ سفر ملتوی فرما دیا۔ (حیات اعلی حضرت ص: ۱۹۷)

علم وعمل، تقوی وطہارت، حق گوئی و بے باکی اور خدمت دین متین کی وجہ حضرت تاج الفحول علیہ الرحمہ اعلی حضرت کے صرف مداح ہی نہیں بلکہ عاشق صادق اور محبّ ومخلص تھے۔ ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''جتنے اہل سنت ہیں سب اعلی حضرت کے مداح بلکہ عاشق صادق، محبّ مخلص ہیں۔ ان سب میں بالخصوص یہ چند حضرات: حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری میاں صاحب مارہروی علیہ الرحمہ، حضرت سیدنا شاہ اسمٰعیل حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ، حضرت تاج الفحول محبّ رسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ''۔ (حیات اعلی حضرت جلد اول ص: ۶۳)

تاج الفحول کے مبارک خطاب سے محبّ رسول قادری کو اعلی حضرت نے یاد فرمایا آپ ارشاد فرماتے ہیں:

چودھویں صدی کے علما میں باعتبار دین ونصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا مولوی عبدالقادر صاحب بدیونی رحمۃ اللہ تعالی کا پایا اکثر معاصرین سے ارفع تھا۔ ایام ندوہ میں اور اس کے بعد جب فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کئے۔ حضرت بدایونی قدس سرہ کو تاج الفحول سے تعبیر کیا جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول ومقبول ہے۔ اور بیشک باعتبارات مذکورہ وہ اس کے اہل تھے۔ (فتاوی رضویہ جلد ششم ص: ۳۶۶، ۳۶۷)

تاج العلما سے سیدی اعلی حضرت کے تعلقات:

آج کے اس بے راہ روی کے دور میں دنیا سے علم وعلما رخصت ہو رہے ہیں کم علم یا علم کا صحیح استعمال نہ کرنے والے، اور وہ افراد جو کہ کسی خانقاہ سے متعلق ہیں

ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو علم سے کوئی شغف نہیں اس کے باوجود وہ اپنے آپ کو وقت کا سب سے بڑا مفتی، سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا محدث ومحقق سمجھتے ہیں اور اجلہ علمائے کرام کی تحقیر وتذلیل ان کا پیشہ ہو گیا ہے۔

حضرت تاج العلما کی ذات ان کے لئے نشان راہ منزل کا درجہ رکھتی ہے کہ آپ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے عالم، بلند رتبہ مفتی، عظیم محدث اور زبردست مفسر ہونے کے ساتھ کثیر المطالعہ بزرگ تھے۔ حافظہ قوی تھا، نہایت ذہین وفطین، نکتہ رس اور طباع تھے، جو کچھ پڑھتے محفوظ رکھتے تھے۔ اس کے باوجود حضرت تاج العلما قدس سرہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے اس قدر متاثر تھے کہ آپ سے کچھ پڑھا بھی نہیں تھا پھر بھی انہیں اپنا استاذ ہی سمجھتے تھے۔

تحریر فرماتے ہیں:

اور فقیر کو اگرچہ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں، مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر اپنا استاذ جانتا ہے۔ ان کی تقریرات وتحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی وعلمی حاصل ہوئے۔ اور چوں کہ تحریر وتقریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری و معنوی وشرعی وعرفی سے منزہ مبرا ثابت محقق ہوا۔ لہذا فقیر بھی تا بہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔ (تاریخ خاندان برکات ص:٦٦)

اعلی حضرت کی شان میں منقبت:

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ سے حضور تاج العلما علیہ الرحمہ کو قلبی لگاؤ تھا انہوں نے آپ کے علم وفضل کے اظہار کے لئے آپ کی شان میں ایک منقبت کے ذریعہ خراج عقید پیش کیا ہے وہ ہدیۂ ناظرین ہے۔

١۔ شمع بزم اولیا احمد رضا نور چشم اتقیا احمد رضا

٢۔ رہبر راہ ہدی احمد رضا حق رسان وحق نما احمد رضا

۳۔ دین احمد کا مجدد بالیقین	سچا عبدالمصطفے احمد رضا
۴۔ حامی سنت امام سنیاں	سرور اہل صفا احمد رضا
۵۔ صدر بزم عالمان دین حق	کاملوں کا پیشوا احمد رضا
۶۔ غرق بحر شرع از سر تابہ پا	حب احمد میں فنا احمد رضا
۷۔ فضل غوث اعظم وبوالفضل سے	دونوں کا مظہر بنا احمد رضا
۸۔ عالمان دیں ادب تیرا کریں	اصفیا مدحت سرا احمد رضا
۹۔ علم تیرا بحر ناپیدا کنار	ظل علم مرتضی احمد رضا
۱۰۔ تیرے مرشد میرے اجداد کرام	ان کا تو مظہر بجا احمد رضا
۱۱۔ تیری الفت میرے مرشد نے مجھے	دی گھٹی میں پلا احمد رضا
۱۲۔ میرے مرشد کے تصدق مین ملی	مجھکو یہ تیری ولا احمد رضا
۱۳۔ مجھ پہ بے حد تھا ترا لطف وکرم	ہے بھی اور ہو بھی سدا احمد رضا
۱۴۔ فیض مرشد سے ہے یہ نعمت ملی	میں ہوں تیرا تو مرا احمد رضا
۱۵۔ لاکھ حاسد کچھ بکیں لیکن فقیر	تیرا تیرا ہے ترا احمد رضا

اعلی حضرت کا عرس:

مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ سے کتنی عقیدت و محبت حضور تاج العلما علیہ الرحمہ کو تھی اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ حضور سیدی اعلی حضرت قدس سرہ کا قل شریف درگاہ معلیٰ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ میں منعقد کیا کرتے تھے۔

یکشنبہ ۲۵ ؍صفر کو بعد نماز فجر ختم قرآن مجید درگاہ معلیٰ برکاتیہ میں کرا کر اندرون روضۂ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ مجلس قل شریف اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ منعقد ہوئی۔ برخوردار نور الابصار مولوی حافظ قاری سید آل مصطفے سلمہ اللہ تعالی نے بیان میلاد مبارک معہ قیام وسلام شریف کیا، اور نعت شریف

پڑھی گئی، اور بعد پنج آیت شریف وشجرۂ مبارکہ شیرینی پر نیاز ہوکر وہ تقسیم ہوئی۔ فقیر (تاج العلما) نے خاص طور پر سورت یٰسین شریف ودیگر آیات مبارکہ وکلمۂ طیبہ ودرود شریف وادعیۂ مبارکہ کے ثواب کی نظر پیش کی۔ اس قل شریف کے بعد سب مہمانان عرس شریف اپنے اپنے مقامات کے لئے رخصت ہوگئے۔ اور بفضلہٖ تعالی عرس شریف بخیر وبرکت وعافیت تمام ہوا۔ دوران عرس شریف میں فتاوی اہل السنن، مختصر روداد جماعت شرعی فرمان برکاتی پیغام وبعض دیگر رسائل منجانب عرس شریف وجماعت اہل سنت مارہرہ حاضرین ومہمانان عرس شریف مقامی وبیرونی میں بلا قیمت بنظر ثواب وتبلیغ دین وسنت تقسیم ہوئے۔ اور بیرونجات (باہری لوگوں) کو لیجا کر تقسیم کرنے کے لئے دیئے گئے۔ اللہ عزوجل کریم ورحیم عم نوالہ اس باخیر وبرکت اجتماع اہلسنت وبرادران قادریت وبرکاتیت کو روز افزوں ترقی خیر وبرکت وخلوص وللّٰہیت کامیابی وبامرادی کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھے اور فقیر کو زندگی بھر اس خدمت کی بخلوص وللّٰہیت توفیق دے اور سعادت بخشے اور جمیع کارکنان ومفادنان عرس شریف کو جو اس فقیر بے مایہ کے دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی طرح بھی معین ومددگار محض بوجہ اللہ تعالی ہوتے ہیں دارین میں بہترین جزائے خیر دے۔ آمین بجاہ النبی الامین المکین علیہ الصلاۃ والسلام وعلی آلہ واصحابہ وعلینا لہم ومعہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ (اہلسنت کی آواز جلد دوم حصہ ۱۰ او ۱۱)

مبحث الاذان لکھنے کا سبب:

تاج العلما کے والد محترم صاحب عرس قاسمی سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن عرف شاہجی میاں علیہ الرحمہ نے نہایت ہی رقت آمیز لب و لہجے میں ایک مراسلہ کی صورت میں نواب سید سردار علی صاحب بہادر حیدرآباد دکن کو مؤرخہ ۲۴ر ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ کو ارسال فرما کر اس کتاب کے لکھنے کا سبب بیان کیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی حضرات بدایوں سے یہ بھی فرمایا کہ ''اگر حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اس وقت پردہ

فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فرما دیتے کہ اذان مسجد کے باہر ہی چاہئے'' اور ان نازیبا باتوں کو بھی بیان کیا جو کہ علمائے بدایوں نے مشائخ مارہرہ یعنی اپنے پیرزادوں کے لئے تحریر کر کے چھاپیں۔

وہ مکتوب درج ذیل ہے:

اب تھوڑا سا حال محمد میاں سلمہ کے رسالہ شایع کرنے کی ضرورت کا تحریر کرتا ہوں دبدبہ سکندری رامپور میں یہ مسئلہ (مسئلۂ اذان ثانی) طبع ہو کر مارہرہ پہونچا۔ مہدی حسن (صاحب سجادہ خانقاہ برکاتیہ) نے اول دیکھا۔ مجھے نماز جمعہ کے وقت دکھا کر کہا گیا کہ مسئلہ بہت مدلل معلوم ہوتا ہے ہم اپنی مسجد میں اس پر عمل کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا واقعی استناد کے ساتھ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا، جب کتابیں دیکھ لوں گا کہوں گا مگر میں بادی اس وقت نہیں ہوسکتا۔ اگر آپ لوگ شروع کراتے ہیں تو میں مانع بھی نہیں ہوں بہر حال اس جمعہ کو اذان فصیل مسجد (خارج مسجد) پر ہوئی۔ اس کے بعد میں نے اور محمد میاں سلمہ نے گھر پر آ کر جہاں تک اپنا علم اور فہم تھا اس حد تک اس مسئلہ کی تنقید کی، بالکل صحیح معلوم ہوا اس کے بعد سے برابر مسجد خانقاہ برکاتیہ سرکار کلاں وخورد میں اذان جمعہ بیرون مسجد ہونے لگی۔ اس کے بعد وہابیان بریلی اور کانپور وغیرہ کے اور بعض رامپوریوں کے رسائل وغیرہ اس فتوے کے خلاف میں آئے مگر بالکل نامضبوط باتوں سے بھرے ہوئے۔ اصلاً کوئی مضبوط استناد ان میں نہ تھا ان کے دیکھنے سے زیادہ تر وثوق فتوئے اذان بیرون مسجد پر ہوا۔ بہر حال ہماری مسجد میں اذان باہر ہی ہوتی رہی یہاں تک کہ عرس شریف اخی الاعظم حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کا وقت آیا اور اس میں بغرض شرکت مولانا عبدالمقتدر صاحب مع اپنے اعزہ مولوی عبد القدیر صاحب و مولوی عبد الماجد اور محبّ احمد صاحب اور ان کے

صاحبزادے وغیرہ صاحبان متوسلان مدرسہ عالیہ قادریہ آئے اور مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی آئے۔ مولانا عبدالمقتدر صاحب مع اپنے بعض ہمراہیوں کے فقیر کے تکیہ پر مقیم ہوئے۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مہدی حسن کے مکان پر مقیم ہوئے ایام قیام میں ایک روز مولوی محبّ احمد نے تذکرہ اس مسئلے (اذان ثانی) کا چھیڑا۔ جناب مولانا عبدالمقتدر صاحب بھی تشریف فرما ہیں۔ میں نے فہم ناقص کے موافق جواب دیئے۔ برخوردار محمد میاں سلمہ بھی آ گیا اس نے بھی جواب دیئے۔ ہمارے جواب لاجواب دیکھ کر مولوی محبّ احمد نے اپنی تقریر کا رخ بدل کر ایسے کلام کئے جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بیجا ذاتی طرفدار مولوی احمد رضا خاں صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسم محبت و مروت اور تعلیم اور تعلم وقدامت رشتہ توسل جو فقیر کو حضرات اکابر مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے اس کا عشر عشیر مولوی احمد رضا خاں صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ معاملات دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خاں صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ دینی ہے اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا تو ہم کیا بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔ بفضلہٖ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔ ہمیں اقوال مفسرین ومحدثین وفقہا سے اس مسئلہ کو اپنا سا سمجھا دیجئے۔ ہم پھر مسجد کے اندر اذان دلوانے لگیں گے اور بہتر تو یہ ہے کہ اس وقت آپ دونوں طرف کے صاحب (علمائے بدایوں اور سرکار اعلیٰ حضرت وغیرہ) یہاں تشریف فرما ہیں۔ اور اپنے آپ کو اس آستانہ کا خادم ومتوسل سمجھتے ہیں اور ہم سب آپ دونوں (علمائے بریلی و بدایوں) کو اپنے خاندان کا رکن رکین سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف والے بالمواجہ بیٹھ کر اس مسئلے کو صاف کر لیں مگر محبّ احمد صاحب اور ان کے صاحبزادہ وغیرہم نے اس میں طرح طرح کی گریزانہ گفتگو کر کے مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کو اس پر نہ آنے دیا۔ میں نے مولانا (عبدالمقتدر) صاحب

سے کہا کہ آپ ان سے اگر بالمواجہہ کلام فرمانا نہیں چاہتے تو اپنا مسئلہ آپ ہم ہی کو سمجھا دیں۔اس کے مستند دلائل بتا دیں تو ہم جا کر مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کہیں کہ اس کا کیا جواب ہے؟ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو ان سے کہیں کہ آپ اپنی رائے کو واپس لینے کا اظہار کیجئے اور اگر وہ جواب مدلل دیں تو آپ سے عرض کریں تو آپ مان لیں۔ اس پر بھی لوگوں نے مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کو نہ آنے دیا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ ''اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا تکدر بڑھے گا'' میں نے کہا کہ اس سے ضرور اس قدر فائدہ ہوگا کہ اگر وہ خواہ مخواہ آپ کے دلائل نہ مانیں گے تو لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برخلاف انصاف ہیں۔ اور کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ تو مسئلہ کی حقانیت سمجھ جائیں گے۔مگر مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے کچھ توجہ نہ کی۔ اس مسئلہ کا ذکر ہی چھوڑ کر اور باتیں ہونے لگیں اس کے بعد مولانا (عبد المقتدر) صاحب کئی روز یہاں تشریف رکھے رہے مگر تصفیہ پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہاں سے تشریف لیجانے پر چندروز کے بعد ایک فتویٰ مولوی ابراہیم کی جانب سے شائع ہو اجس کے مصدقین میں مولانا (عبدالمقتدر) صاحب بھی تھے اس میں یہ لکھا تھا کہ ''صاحبزادگان مارہرہ کے کہنے کے بموجب تحریر ہوا'' اس فتوے میں بھی بالکل دلائل مضبوط نہ تھے۔ وہی تھے جو وہابیان بریلی وغیرہ یا مخالفان رامپور وغیرہ نے لکھے تھے۔ اور جن کا رد اہل تحقیق نے بہت واضح اور لائح کر دیا تھا مگر اس فتویٰ کا جواب نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا اور نہ ہم لوگوں نے کچھ عرض کیا۔ (صرف فقیر راقم (تاج العلما حضرت مفتی محمد میاں برکاتی علیہ الرحمہ) نے ایک خط اس فتویٰ کے لکھنے والے مفتی صاحب کو لکھا تھا جس میں یہ امر ان کو دکھایا گیا تھا کہ ہم نے کس چیز کا اصرار کیا تھا (یعنی ہم نے آمنے سامنے بیٹھ کر افہام وتفہیم کے ذریعہ دونوں فریقوں کے درمیاں تصفیہ کا اصرار کیا تھا) اور اس کو آپ نے کس حد تک مانا پھر خواہ مخواہ اس کی تحریر واشاعت کا باعث ہمیں کیوں بتایا جاتا ہے۔ اس سے زائد اس فتویٰ کا ردو

جواب کچھ نہں لکھا تھا۔محمد میاں) کہ ہم نے جو عرض کیا تھا وہ کب مانا گیا ہم نے فتویٰ تحریر کرنے کو کب کہا تھا؟ اور فتویٰ بھی ایسا کہ جو ہمارے مدرسہ عالیہ کی شان علمی کے بالکل لائق نہیں ہے۔ اس خاموشی پر لحاظ نہ کر کے پھر دوسرا اشتہار صاحبان (مدرسہ قادریہ بدایوں) نے لکھا۔ تیسرا رد لکھوایا مگر ہم لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوئی۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے تیسرے رد کے بعد (مجبوراً وطوعاً کرھا) رد و جواب ہوا جو مارہرہ میں حضرت بھائی صاحب قدس سرہ کے عرس ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس عرس میں نہ تھے ہم لوگوں نے اس سے کوئی حصہ نہیں لیا کہ دونوں صاحب جانیں اور سمجھیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب والے اس اشتہار کا جواب مولوی عبدالماجد صاحب نے عرس ہی میں قلمی عبدالواحد کے نام سے لکھا جس کو غلام شبر صاحب فقیر کے پاس لائے میں نے اسے دیکھا اور غلام شبر صاحب سے کہا کہ ''اس میں جواب تو کسی مسئلہ کا ہے نہیں صرف مولوی احمد رضا خاں صاحب کو سب وشتم (گالی گلوچ) ہے میری رائے میں تو اس کو اس قدر جلد اور بے سوچے شائع کرنا نہیں چاہیے بلکہ بجائے اس کے یہ ہونا چاہیئے کہ آپس میں جو ذاتی کوئی رنج ہو وہ صاف کرلیا جائے اور مسئلہ کو بھی بلا نفسانیت یکے بعد دیگرے صاف کرلیں تو بہت اچھا ہے۔'' غلام شبر صاحب نے بھی میری اس رائے کی پسندیدگی ظاہر کی اور کہا کہ ''اچھا ابھی شائع نہ ہوگا'' میں نے یہ بھی کہا کہ اگر شائع بھی ہو تو اس میں یہ فقرہ نہ ہو کہ جس کا مفہوم اور محصل یہ ہے کہ صاحبزادوں (اکابر مارہرہ) میں سے جو اس مسئلہ میں اس مسئلہ پر ہیں کہ اذان مسجد سے باہر ہو وہ فریب اور چکر میں ہیں۔ کیونکہ جب یہ ہوگا تو ہمیں بھی ضرور لکھنا ہوگا۔ کہ فریب اور چکر میں نہیں بلکہ ہمیں تحقیقات علمائے سلف اور محققین مذہب کے اتباع سے یہ مسئلہ اسی طرح سے حق معلوم ہوتا ہے۔ غلام شبر صاحب وعدہ عدم اشاعت کر کے چلے گئے۔ مگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشتہار قلمی لکھوا کر شائع کردیا گیا اور

ایک (اشتہار) درگاہ معلیٰ (مارہرہ شریف) کے بڑے دروازۂ خانقاہ پر لگوا دیا گیا۔ اس اشتہار کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو چوٹ (فریب اور چکر والے الفاظ سے) اپنے مخدوم زادوں (حضرت شاہجی میاں، محمد میاں، مہدی میاں وغیرہ اکابر مارہرہ مقدسہ) پر کی گئی تھی۔ وہ بدستور ہے۔ عبدالماجد صاحب تو ملے نہیں، کیونکہ وہ بخلاف اپنے بزرگوں کے طریقہ کے صاحبان سرکار خورد سے مراسم بہت زیادہ رکھتے ہیں اور انہیں سے ان کو دلچسپی ہے مگر جو صاحب ملے ان سے کہا گیا کہ عبدالماجد صاحب نے بیکار ہم فقیروں کو بھی اپنے خلاف کچھ لکھنے پر مجبور کیا اور باوجود منع کرنے کے ہم پر چوٹ کی کہ جس سے عوام کی نظر میں ہمارا ''فریب اور چکر میں پھنسا ہونا'' ظاہر ہوتا ہے لہذا وہ دلائل کہ جن سے ہم اس مسئلہ کو حق جانتے ہیں لکھ کر پیش کرنا پڑیں گے۔ یہ سبب محمد میاں (حضرت تاج العلما) کے رسالہ (مبحث الاذان) لکھنے کا ہوا اور ہنوز محمد میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ مکمل نہیں لکھ پایا تھا کہ بدایوں اپنے خسر کے طلبیدہ گئے مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں بھی اس کا ذکر آیا۔ محمد میاں سلمہ نے بمواجہہ مولانا صاحب و مولوی عبدالقدیر صاحب و دیگر صاحبان مدرسہ کہا کہ'' آپ سب صاحب اس مسئلہ کو مجھے سمجھا دیں جو حق ہوگا وہ بلا نفسانیت مان لوں گا'' مگر کسی صاحب نے کچھ مسکت جواب نہ دیا اور امر واقعی یہ ہے کہ یہ مسئلہ از روئے تحقیق بھی یہی ہے کہ ''اذان خارج مسجد ہو'' اگر حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ اس وقت پردہ فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فرما دیتے کہ اذان مسجد کے باہر ہی چاہئے'' محمد میاں سلمہ نے بعد واپسی بدایوں رسالہ کی تکمیل کی اور طبع کرا کر مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں جو اپنی تحقیقات تھیں بھیج دیں اس رسالہ کا نام ''مبحث الاذان'' ہے اگر آپ کے پاس ہو تو اس کو دیکھئے کہ اول سے آخر تک جناب مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی کہیں خدا نخواستہ توہین یا اہانت ہے؟ بلکہ مولانا صاحب سے تو رد میں خطاب بھی نہیں۔ عبد

الواحد وغیرہ سے بکمال تہذیب ان کے استدلالات کے ضعف اور اپنے دلائل کی قوت بیان کی ہے۔

یہ رسالہ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب کی خدمت میں تین، چار ماہ قبل از وصال پہونچایا گیا تھا۔ مولانا (عبدالمقتدر) صاحب نے اس کو دیکھا مگر کسی طرح کا اپنا تکدر وملال ہم پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ مولانا صاحب کا انتقال ہوا جس کے بعد مولوی عبدالماجد نے چند اور صاحبوں کی کوشش مجموعی کے ساتھ اس کا جواب تصنیف فرمایا جو ایک ابھی کے طالب علم عبد الواحد کے نام سے چھپا اور اس میں کلمات خلافِ تہذیب اور شان اپنے پیرزادوں (اکابر مارہرہ مقدسہ) کے تحریر فرمائے ہمیں اس کا گلہ نہیں۔ ہاں انکا یہ رسالہ اگر انکے والد ماجد شہید (عبدالماجد صاحب کے والد نبیرۂ سیف اللہ المسلول مولانا عبدالقیوم) رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر ان کے جد الامجد اور حضرت مولانا مولوی عبدالحمید صاحب قدست اسرارہم دیکھتے اور حیات ظاہری میں دنیا میں تشریف فرما ہوتے تو عبدالماجد صاحب کو معلوم ہوتا کہ وہ حضرات مدرسہ کے لڑکوں کے نام سے اپنے پیرزادوں کو ایسا سب وشتم (گالی گلوچ) کرنے سے راضی ہیں یا ناراض اور اب بھی جس کی چشم بینا ہے وہ رضامندی اور ناراضی ان حضرات کی معلوم کرسکتا ہے۔ آپ ''مبحث الاذان'' اور اس کا یہ جواب ''مباحث الاذان'' دونوں دیکھئے اور اگر پاس نہ ہوں تو مجھ سے منگوا کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ محمد میاں سلمہ نے صرف ایک فرعی مسئلہ میں دلائل اپنے مضبوط پاکر اس مسئلہ کو غیر مضبوط سمجھنے والوں اور اسے فریب وچکر میں پھنسا ہوا بتانے والوں کو نہایت تہذیب سے سمجھایا ہے۔ (مفاوضات طیبہ/۱۳۵۴ھ مکتوب نمبر۱۹/ص:۱۹/ ۲۰/۲۱/۲۲ مطبوعہ رضائے خواجہ اجمیر شریف)

ایک دوسرا مکتوب جوکہ آپ نے مولوی عبد القادر بدایونی کے نام ۱۳/صفر ۱۳۳۴ھ کو ارسال فرمایا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

''محمد میاں سلمہ کی غرض اس رسالہ کی تالیف سے محض رفع اتہام ہے۔ جو اس پر اور اس کے بزرگوں پر (بدایونی تحریر آئینہائے خواب وخیال سے) صاف مترشح تھا اور ہماری شرع مطہر نے حکم دیا ہے کہ مسلمان کو اپنے آپ کو اتہام سے بچانا چاہیئے۔ دوسرے ایک سنت کے احیا میں شریک ہونا تھا۔ (مفاوضات طیبہ ۱۳۵۴ھ مکتوب نمبر ۱۲ / ص: ۱۱ مطبوعہ رضائے خواجہ اجمیر شریف)

اسی خط کے ص: ۱۲ / پر فرماتے ہیں: مجھکو یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ میں نے اس رسالہ کو دیکھا تین باتیں میرے ذہن میں آئیں۔ اول محمد میاں سلمہ کو سخت زبانی سے یاد کرنا۔ دوسرے مولوی احمد رضا خاں صاحب پر غصہ۔ تیسرے وہی چند دلائل جو بکرات ومرات موافقین مسئلہ نے رد کر دیئے ہیں۔

فتوی اذان ثانی اور علمائے مارهره وبدایوں کا طرز عمل

حدیث شریف میں ہے ''من احیا سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة'' (کنز العمال بحوالہ السجزی عن انس جلد اول ص: ۱۸۴) یعنی جس نے میری سنت زندہ کی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

دوسری حدیث میں ہے ''من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مأة شهيد'' (سنن ابن ماجہ باب من احیا السنۃ ص: ۱۹) یعنی جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنتوں پر مضبوطی سے عمل کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

آیۃ من آیات رب العالمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین، مجدد اعظم اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جب اس بات کو دلائل و براہین سے ثابت کیا کہ اذان ثانی جمعہ بھی دیگر اذانوں کے مثل خارج مسجد ہونا چاہیئے۔ داخل مسجد اذان کہنا مکروہ ممنوع اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور اس کے

ثبوت میں قرآن وحدیث، تفسیر، اقوال شراح حدیث اور فقہائے کرام کی عبارات سے اس کے خارج مسجد سنت ہونے پر استدلال کیا۔ اذان کا خارج مسجد ہونا یہ مسنون تھا اور داخل مسجد مکروہ۔ اسی فعل مکروہ اور نو ایجاد امر جو کہ سنت کو ختم کرنے والا تھا بہت سی جگہ پر اس کا رواج پڑ گیا۔ لیکن اس کا احیا آپ کے مقدر میں لکھا جا چکا تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبت کی وجہ سے آپ نے مسئلۂ شرعیہ کو زندہ کیا اور حدیث مذکور کے مصداق بنے۔

فتویٰ اذان ثانی اور اکابر مارہرہ:

آپ کے فتوے کے دلائل وبراہین دیکھ کر سوائے وہابیہ اور دیابنہ اور کچھ مخالفین علمائے رامپور وبدایوں کے علاوہ سب نے اس کو مانا خصوصا مشائخ مارہرہ مقدسہ کہ جہاں انہوں نے اس سنت مذکورہ پر سختی سے عمل کیا اور حدیث ''جس نے میری امت کے فساد کے وقت میری سنتوں پر مضبوطی سے عمل کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا''۔ کی بشارت کے مصداق ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے مخالفین کا رد بھی فرمایا۔ اور اس بات کا اعلان کیا کہ ''اگر دین کے معاملات میں کوئی ہمارا جانی دشمن حق پر ہوگا تو ہم کیا بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہونگے''۔ (مفاوضات طیبہ ص:۱۹)

تاج العلما کے والد محترم صاحب عرس قاسمی سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن عرف شاہجی میاں علیہ الرحمہ نے **مولوی عبد القادر بدایونی** کے نام **۱۳؍صفر ۱۳۳۴ھ** کو ارسال فرمایا اس میں تحریر فرماتے ہیں:

''محمد میاں سلمہ کی غرض اس رسالہ کی تالیف سے محض رفع اتہام ہے۔ جو اس پر اور اس کے بزرگوں پر (بدایونی تحریر آئینہائے خواب وخیال سے) صاف مترشح تھا اور ہماری شرع مطہر نے حکم دیا ہے کہ مسلمان کو اپنے آپ اتہام سے بچانا

چاہئے۔دوسرے ایک سنت کے احیا میں شریک ہونا تھا۔(مفاوضات طیبہ/۱۳۵۴ھ مکتوب نمبر۱۲/ص:۱۱مطبوعہ رضائے خواجہ اجمیر شریف)

فتوٰی اذان ثانی اور علمائے بدایوں:

حضرت تاج الفحول بدایونی علیہ الرحمہ کے اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے قلبی مراسم، آپ اور آپ کے اجداد کرام کے تعلقات مشائخ مارہرہ مطہرہ سے کس طرح مخلصانہ تھے ان کو میں نے گذشتہ صفحات میں بیان کیا۔اب ذرا ان دونوں دوصاحبزادوں کے چند واقعات سے اندازہ لگائیے کہ جو آپ کی اولاد میں سے تھے اول مولانا عبدالمقتدر صاحب، دوسرے مولانا عبدالقدیر صاحب۔مولانا عبدالمقتدر صاحب کا انتقال ۱۳۳۴ھ میں ہوا۔مولانا عبدالقدیر صاحب کا انتقال ۱۴۱۴ھ میں۔ مولانا عبدالقدیر صاحب وغیرہ نے اپنے خاندانی بزرگوں، روحانی بزرگوں کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا کہ جن کی تعظیم وتکریم خود ان کے والد ماجد بھی کیا کرتے تھے اور جو نیاز مندی وعقیدت ان کے اجداد کرام کو اکابر خانوادۂ عالیہ برکاتیہ سے تھی باقی نہ رکھی۔یہیں تک بس نہیں بلکہ ان لوگوں سے تعلقات قائم کئے کہ جن کا ردان کے اکابر تاحیات کرتے رہے۔اس ذیل میں چند باتیں نقل کرتا ہوں جو اہل خرد کے لئے حقیقت کو آشکارہ کرنے کو کافی ہوں گی۔

مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی کے متعلق تاج العلما مفتی سید شاہ محمد میاں قدری برکاتی مارہروی تحریر فرماتے ہیں: سنتا ہوں کہ مولوی عبدالمقتدر صاحب کے انتقال کے بعد ان کے چھوٹے سوتیلے بھائی مولوی عبدالقدیر صاحب ان کے جانشیں ہوئے ہیں۔مگر ان کے اکابر کرام کو جو نیازمندی وعقیدت اکابر خانوادۂ عالیہ برکاتیہ اور ان کی ذریات تو ذریات ان کے ادنی منتسبین تک سے ظاہر و باطن میں تھی اس پر ان مولوی صاحب کے یہاں سے شائع ومرتب شدہ کتاب اکمل التاریخ نے جس قدر پردہ ڈالا اور اس سے جیسا دم چرایا اور خود یہ مولوی صاحب اس سے جس قدر

کنارہ کش اس نام نہاد تحریک خلافت کے زمانہ سے اکابر خاندان عالی شان برکاتیہ اور خود اپنے اکابر قدست اسرارہم کی روش مستقیم یعنی بد مذہبوں اوران کی بد مذہبی سے نہایت سختی کے ساتھ علیحدگی ودوری اوران سے شدت وغلظت برتنے کی سنت مرضیہ مصطفویہ سے جس قدر دور ہوگئے ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں ہے۔(تاریخ خاندان برکات ص:۱۰۶)

دوسری جگہ آپ نے ایک مکتوب میں تحریر کیا جو کہ سید آل عبا کے نام حیدرآباد دکن ۱۳؍محرم الحرام ۱۳۴۲ھ کوارسال فرمایا تھا:

تحریر کیا کہ (مولوی) عبدالقدیر کے سو روپیہ مقرر ہونا جو لکھا اگر وہ اپنے باپ دادوں کے مذہب اور ہمارے مذہب پر ہوتے تو ان کو مبارکباد لکھتے اب تو ہم ان کو یہ ہی دعا دیتے ہیں کہ وہ بد مذہبی کے چکر سے نکل کر اپنے باپ دادوں کے طریقہ پر ہو جائیں۔(مفاوضات طیبہ مکتوب نمبر ۱۱۲؍ص:۷۷)

مسئلۂ اذان ثانی کے متعلق شاہ ابوالقاسم اسمٰعیل حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ کا وہ خط جو کہ آپ نے مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کو لکھا حقیقت کو واضح کرتا ہے:

مجھکو یہ گزارش کرنا ضروری ہے کہ میں نے اس رسالہ کو دیکھا تین باتیں میرے ذہن میں آئیں۔اول محمد میاں سلمہ کو سخت زبانی سے یاد کرنا۔دوسرے مولوی احمد رضا خاں صاحب پر غصہ۔تیسرے وہی چند دلائل جو بکرات ومرات موافقین مسئلہ نے رد کردیئے ہیں۔ذرا انصاف کیجئے جن الفاظ کے معنی مفہوم سے آپ داخل مسجد ہونا ثابت کرتے ہیں وہ انہیں الفاظ کے معنی ومفہوم سے خارج مسجد ہونا ثابت کرتے ہیں بلکہ خارج مسجد کے واسطے زیادہ دلائل پیش کرتے ہیں۔ان کو خارج مسجد کے معنی اختیار کرنے کے واسطہ ایک مؤید حدیث شریف بھی ہے جو صحاح میں موجود ہے آپ کے پاس کوئی نہیں۔(مفاوضات طیبہ ص:۱۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے جب اذانِ ثانی کے متعلق فتوی دیا تو مولانا عبد المقتدر بدایونی نے اس مدلل مسئلہ کو قبول نہ فرمایا بلکہ ان کے احباب و متعلقین شدت کے ساتھ حق کے خلاف پر اڑے رہے۔ حالانکہ انہوں نے اپنے مدعا ''اذان ثانی منبر کے سامنے اندرون مسجد پہلی صف میں ہونے) کے متعلق جو دلیلیں دی تھیں ان کا رد کیا جا چکا تھا اور جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے دلائل کی تقویت ظاہر تھی پھر بھی ان لوگوں نے حق قبول نہ کیا اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو سخت اذیت اور تکلیفیں پہونچائیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ راہ حق پر چلنے والے پیرزادوں تک کو نہیں چھوڑا ان کی شان میں بھی بدکلامی اور گستاخی کی۔

شاہ ابو القاسم اسمٰعیل حسن میاں مارہروی علیہ الرحمہ نے اپنے درد و کرب کو درد بھرے انداز میں اس وقت یوں بیان کیا جبکہ مقدمہ بدایوں کے دوران آپ نے اعلیٰ حضرت کو خط لکھا تھا:

فخر الافاضل، صدر الاماثل، افضل العلما، اجل الفضلا دامت برکات افاداتہم علینا۔ پس تسلیم مالوف بألوف تعظیم ملتمس ہوں بفضلہٖ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر و عافیت مزاج مبارک کا مستدعی۔ فقیر کو اس حملۂ نامرضیہ کا بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر نہایت رنج ہے۔ افسوس! صد افسوس! کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریبا ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں جنہوں نے حضرت استاذی مولوی عبد القدیر صاحب قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاوے دیکھے ہیں۔ اب یہ حال ہے کہ جس سے مسلمان دینداروں کو روحی صدمہ اور بدمذہبوں کو موقع شماتت اور خوشی کا مل گیا ہے اگرچہ ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ نہیں ہوگا مگر معاندین اور مخالفین مذہب حق کو چند دن یہ خوشی کا موقع مل گیا۔ فقیر اگرچہ آپ کی ظاہری کسی اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس مخمصہ سے باحسن وجوہ

آپ کو طمانت حاصل ہو اور آپ کے دست وقلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہونچتی رہے۔ (مفاضات طیبہ ص:۱۴/۱۵)

اس مکتوب سے صاف ظاہر ہے کہ علمائے بدایوں نے اپنے والد تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ کو اذیت پہونچائی، اپنے پیرزادگان کو قلق ورنج دیا، دینداروں کو صدمہ پہونچایا بدمذہبوں کو موقعۂ شماتت وخوشی فراہم کیا اور ظاہراً تو اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی ذات پر یہ تھا حملہ لیکن حقیقت میں یہ حملہ دین اسلام پر تھا۔

مقدمۂ بدایوں:

قصہ یہ ہوا کہ مسئلۂ اذان ثانی میں بدایونی حضرات نے اعلی حضرت قدس سرہ پر ہتک عزت عرفی کا بدایوں میں مقدمہ دائر کیا۔ اس مقدمہ میں بدایونی حضرات نے بہت کوشش کی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ بدایوں ملزم کی حیثیت سے تشریف لائیں اور ملزم کی جگہ کٹہرہ میں کھڑے ہوں۔ جب بدایونیوں کی طرف سے اس پر بہت زیادہ زور صرف کیا گیا کہ اعلی حضرت قدس سرہ کچہری تشریف لائیں تو اعلی حضرت نے فرمایا: ''احمد رضا تو احمد رضا، احمد رضا کی جوتی بھی کچہری نہیں جائے گی''۔ انہوں نے اپنی سرکار (انگریز گورنمنٹ) میں میرے خلاف مقدمہ دائر کردیا ہے، میں نے بھی اپنی سرکار (سرکار مدینہ وسرکار غوثیہ وسرکار مارہرہ) میں مقدمہ دائر کردیا ہے اور ہوگا وہی جو میرے سرکار چاہیں گے۔ اس کے لئے سمن گیا، اعلی حضرت نے لینے سے انکار فرمادیا۔ بدایونی حضرات نے وارنٹ جاری کرایا، جو تعمیل نہ ہوسکا۔ اور صرف سرجن کے اس سرٹیفکیٹ پر کہ اعلی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بہت ضعیف، بیمار کمزور ہیں کچہری میں جانے کی ان میں قوت نہیں۔ اعلیٰ حضرت کو متعلقہ حاکم نے حاضری سے مستثنٰی قرار دیا۔ اور مقدمہ کی کاروائی آگے بڑھی۔ اعلی حضرت قدس سرہ کی طرف سے حضرت تاج العلما بھی تھے۔

بدایونی وکیل نے یہ درخواست پیش کی کہ حضرت تاج العلما کی صفائی مدعی علیہ کے حق میں قابل قبول نہیں کیونکہ یہ ان کے پیرزادہ ہیں۔

اس کے جواب میں تاج العلما نے فرمایا مدعیان کا بھی پیرزادہ ہوں اس لئے کہ ان کے مورث اعلی حضرت مولانا عبدالمجید عین الحق رحمۃ اللہ علیہ میرے جد امجد حضور سید ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ نیز میں مدعیوں سے بنسبت مدعی علیہ کے یوں بھی زیادہ قریب ہوں کہ میں نے مولانا عبدالمقتدر صاحب مرحوم سے کچھ اسباق پڑھے ہیں، جس پر حاکم نے بدایونی وکیل کی درخواست مسترد کردی۔ اور حضرت تاج العلما کو گواہ تسلیم کرلیا۔ اس مقدمہ کا فیصلہ یہ ہوا کہ بدایونی دعوی خارج ہوا اور اعلی حضرت قدس سرہ باعزت وبے داغ بری ہوئے۔ یہ خبر جب اعلی حضرت کو ملی تو فرمایا ''بدا..... یوں ہی تھا''۔ (یعنی مقدر یہی تھا) (ملخصا ماخوذ از مقالات شارح بخاری جلد سوم باب اول ص:۴۷،۴۸)

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک علمی مبحث میں عاجز آکر مقدمہ دائر کرنا یہ دین داری ہے یا نفس پرستی؟ اگر اعلی حضرت کے دلائل کا کوئی جواب نہیں تھا تو اس کو اختیار کرلیتے۔

نتیجۂ بحث:

تمام واقعات وحقائق کو دیانتداری کے ساتھ بغرض اصلاح پیش کیا گیا تاکہ ہم لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں، اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ اس مسئلۂ شرعیہ کی وجہ سے جن لوگوں نے اعلی حضرت علیہ الرحمہ سے معاندانہ صورت اختیار کی ان کے متعلق سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن عرف شاہجی میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ ''فقیر کو اس حملۂ نامرضیہ کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے نہایت رنج ہے''۔

اس کتاب ''مبحث الاذان'' میں اذان ثانی جمعہ کا حکم دیگر اذانوں کی طرح

بیرون مسجد ہونا سنت متوارثہ ہونا ثابت کرکے اوراس کے خلاف اندرون مسجداذان کہنے کومکروہ وممنوع قرار دیا ہے کتاب کے دلائل کچھ اس طرح ہیں۔آیت کریمہ﴿اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ ﴾(پارہ۲۸ سورۂ جمعہ۶۲ آیت۹)یعنی جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن۔اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر غرائب القرآن (تفسیر نیشاپوری)جلد۲۸/ص:۵۲/ پر ہے"**النداء الاذان فی اول وقت الظھر وقد کان لرسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم موذن واحدفکان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد.** یعنی نداءاول وقت ظہر میں اذان ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ایک موذن تھا جب آپ منبر پرجلوہ افروز ہوتے تو وہ مسجد کے دروازے پراذان دیتا تھا۔

مذکورہ آیت مبارکہ کے تحت فتوحات الٰہیہ (تفسیر جمل) جلد۴/ص/۳۴۳/ پر ہے"**فکان له موذن واحد اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد.** سرکارکاایک مؤذن تھا جب آپ منبر پرجلوہ افروز ہوتے تو وہ مسجد کے دروازے پراذان دیتا تھا۔

حدیث شریف میں ہے"**عن السائب بن یزید رضی الله تعالی عنه قال کان یؤذن بین یدی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم اذاجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر**"(سنن ابوداؤد شریف ص۱۵۶رقم الحدیث ۱۰۸۸)یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پرجلوہ افروز ہوتے تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے روبرو مسجد کے دروازے پراذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالی عنہما کے کے زمانے میں۔

الاذان انما یکون فی المئذنة او خارج المسجد والاقامة فی داخله. (غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلاۃ ص:۳۷۷)اذان منارہ یا

خارج مسجد ہونی چاہئے اور اقامت داخل مسجد۔ جامع الرموز جلد اول ص؛۱۲۳؍ پر ہے "لا یؤذن فی المسجد فانه مکروه" مسجد میں اذان نہ دی جائے کیونکہ مکروہ ہے۔

لہذا بغیر کسی تعصب بنظر انصاف کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو حق واضح ہو جائے گا معاندین و متعصبین کا عناد و تعصب بے پردہ ہو کر سامنے آ جائے گا۔ رسول پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے "الحق یعلو ولا یعلی"۔

حضور سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے نصیحت و خیر خواہی اور جذبۂ احیائے سنت کے تحت مسئلۂ اذان ثانی کے متعلق فتوی صادر فرمایا اور دلائل و براہین، تحقیق و تنقید میں ہر طرح مخالفین و معاندین پر غالب رہے حتی کہ معاندین کو کچہری میں جا کر بھی رسوائی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔

کچھ کتاب کی اشاعت جدید کے بارے میں:

مبحث الاذان کی فوٹو کاپی مجھے غالبا جنوری ۲۰۱۳ء میں ملی۔ کتاب کی ورق گردانی کی پڑھا کتاب کے الفاظ بہت جگہوں سے مٹ چکے تھے اس پر حروف کی چھپائی دھندلی ہو چکی تھی۔ افسوس ہوا کہ ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے کتنا قیمتی سرمایہ چھوڑا لیکن ہم اس کی حفاظت کرنے سے قاصر ہیں۔ دیابنہ و وہابیہ کی اگر غیر معیاری کتاب بھی ہوتی ہے تب بھی اس کو کثرت سے شائع کیا جاتا ہے۔ اور اس کے مصنف کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اگر چہ اس سے ان کا شر چھپ نہیں سکتا۔ ہمارے اسلاف کی نہ جانے کتنی کتابیں ہماری عدم توجہی کی بنیاد پر ضائع ہو گئیں۔ یہ سب باتیں سوچ کر میں نے اس کتاب کو از سر نو شائع کرنے کا دل ہی میں عہد کر لیا۔

کتاب مبحث الاذان کو تصنیف کئے ہوئے ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے اس لئے اس میں قدیم اردو تھی، پیراگراف وغیرہ بھی نہیں تھے اور نہ ہی اس میں عنوانات و سرخیاں تھیں بلکہ پوری کتاب ایک ہی طرز پر تھی۔ اب الحمدللہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے طفیل و بزرگان قادریہ برکاتیہ رضویہ کے فیضان سے کتاب کو از سر نو کمپوز کر کے اس کی تسہیل جدید اردو میں، حوالجات کی تخریج،

پیراگراف اور ضرورت کے مطابق عنوانات قائم کردیئے گئے ہیں اور آیات قرآنیہ کو اعرب سے مزین کردیا گیا ہے۔

کتاب اپنی تمام منزلیں طے کرکے آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ کتاب اشاعتی ادارہ المکتب النوری کے زیر اہتمام شائع ہورہی ہے۔المکتب النوری کا قیام ار جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء کو اسی جذبہ کے ساتھ عمل میں آیا کہ اس کے زیر اہتمام اپنے علمائے سلف کے اس قیمتی سرمایہ کو قوم کے سامنے لایا جائے جس کی قوم کو ضرورت ہے۔اب تک کی قلیل مدت میں اس کے تحت شائع ہونے والی یہ تیسری کتاب ہے۔المکت النوری کے اغراض مقاصد کی تفصیل کو جاننے کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔اللہ تعالی ہم سنی مسلمانوں کو خوب خوب خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔

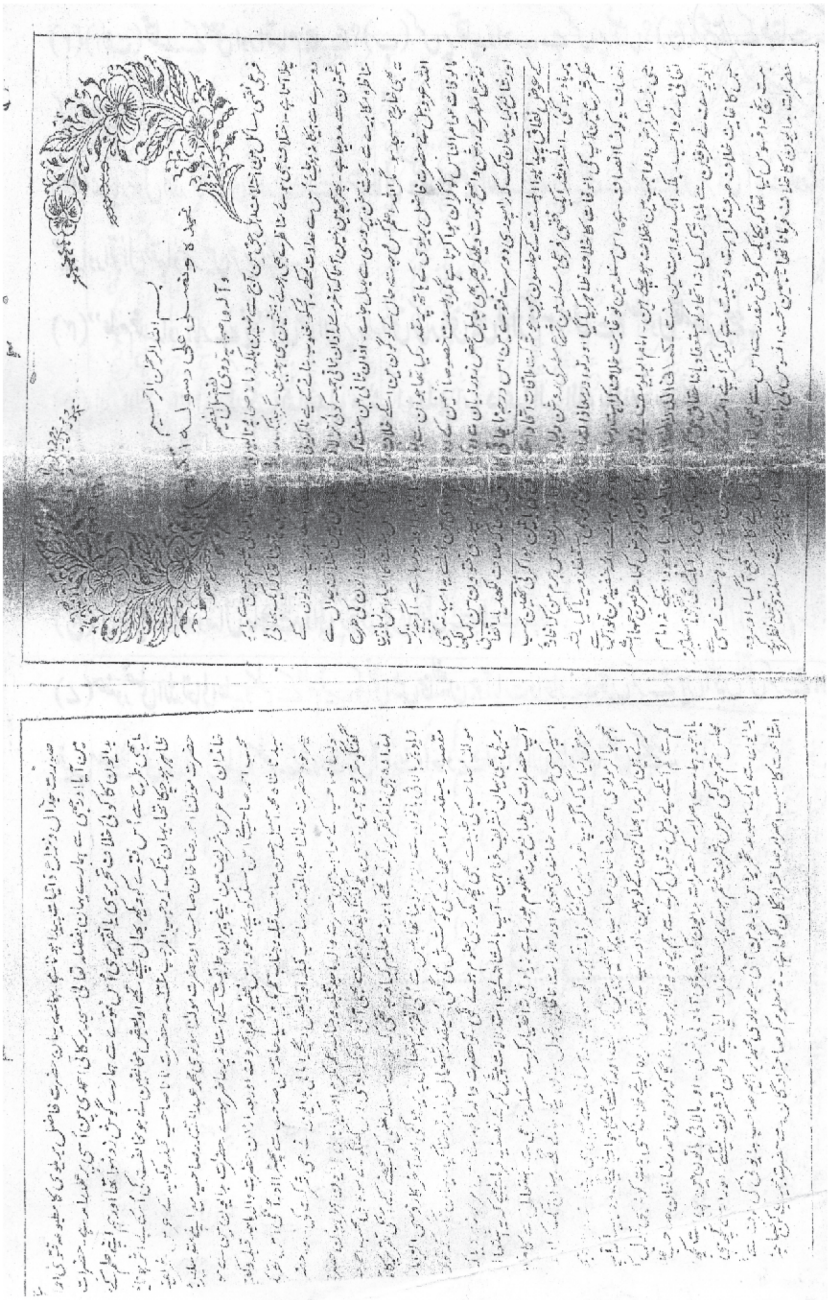
من لم یشکر الناس لم یشکر الله جو لوگوں کا شکریہ ادانہیں کرتا وہ اللہ تعالی کا بھی شکر نہیں ادا کرتا ہے۔لہذا قابل مبارکباد ہیں وہ لوگ کہ جنہوں نے اس کتاب میں کسی بھی طرح سے حصہ لیا خصوصا ہمارے اساتذۂ کرام کہ جن کی تحریض سے میں اس کام کے لئے تیار ہوا۔عالیجناب امین بھائی اور حسین الدین بریلوی کہ جنکا ساتھ ہر موڑ پر رہا اللہ تعالی تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین!

انسان سے خطاء ونسیان کا سرزد ہونا کوئی تعجب خیز امر نہیں ہے لہذا کتاب میں کہیں اگر کوئی شرعی خامی نظر آئے تو ہدف تنقید بنانے کے بجائے براہ راست مجھے مطلع فرمائیں انشاء اللہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کرلی جائے گی۔

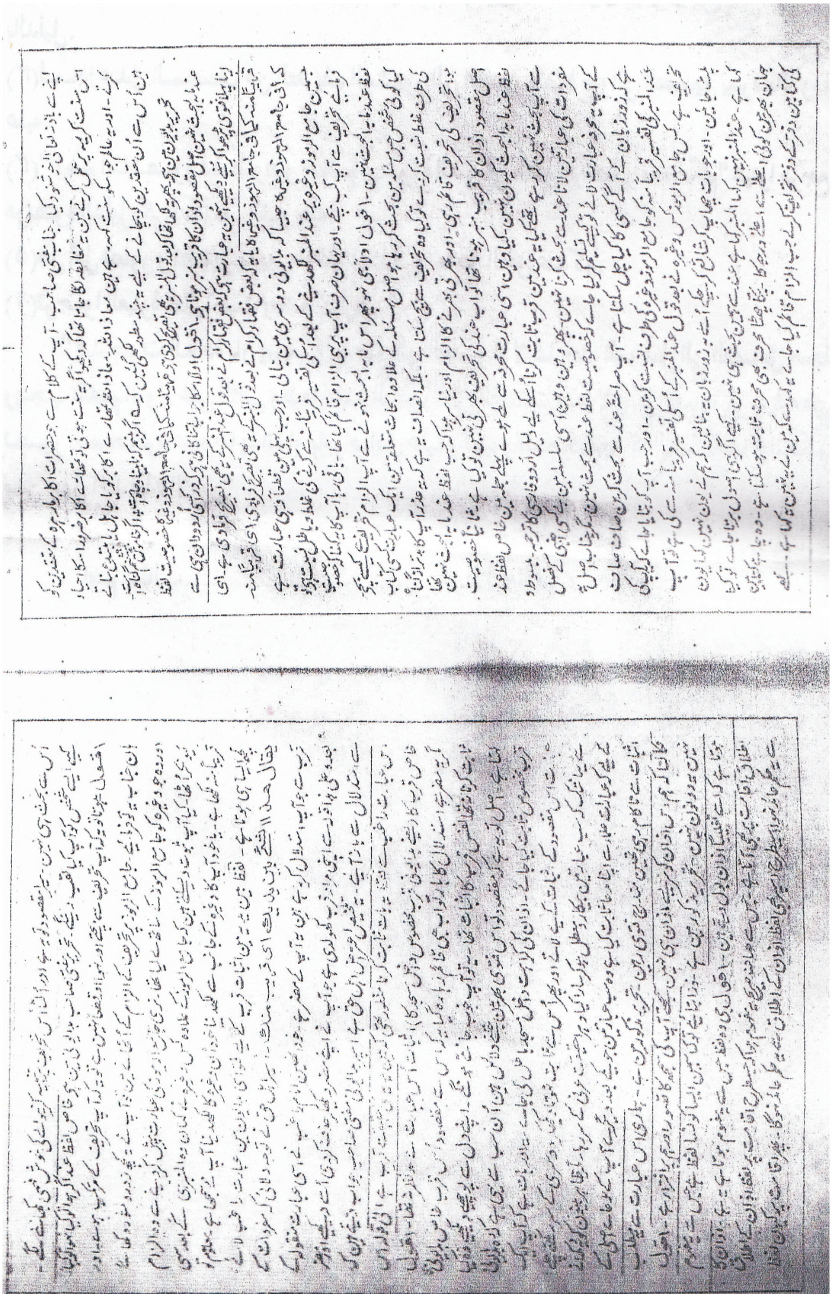
محمد راحت خاں قادری شاہجہانپوری
مدرس جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف
ناظم اعلیٰ المکتب النوری شاہجہانپور

مؤرخہ ۱۶ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ/ ۲۰ر دسمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارکہ

کتاب کے پہلے صفحہ کا عکس



کتاب کے آخری صفحہ کا عکس



متعوذاً باللہ تعالیٰ

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

حضرات بدایوں نے باوجود ممانعت ووعدہ عدم اشاعت مدرسہ شمس العلوم کے کسی طالب علم کے نام سے ایک اشتہار'' **آئینہائے خواب وخیال**'' نام سے شائع کیا اس میں حضرات اکابر مارہرہ پر ناروا بیجا الزامات لگائے جن سے لوگوں میں ان کی نسبت بدظنی پیدا ہوئی، طعن کا موقع ہاتھ آیا۔ ان کے الزامات کے رفع اور حق کے احقاق میں یہ رسالہ جس کا تاریخی نام مشعر سن آغاز وانجام'' **مبحث الاذان**''(۱۳۳۳ھ) ہے۔

جس میں نہایت تہذیب ومتانت سے وہ الزامات رفع کئے گئے۔ اور مسئلہ اذان ثانی جمعہ میں بدایونی پہلی تحریر جس پر بنا کر کے وہ الزامات قائم کئے گئے اس میں حالت واقعی نہایت سنجیدگی سے دکھائی گئی جو مع تکملہ مسمیٰ بنام تاریخی مشعر سن وآغاز وانجام'' **شافی جواب پر کافی ایرادات**''(۱۳۳۳ھ) جسمیں بدایونی دوسری تحریر نے بعض مباحث رسالۂ مبحث الاذان سے متعلق جو کچھ کلام کیا اس کے جوابات اور اس پر ایرادات ہیں ہر دو مولفہ فقیر حقیر **محمد میاں قادری** برکاتی عفی عنہ ابن حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت مستغنی عن الالقاب حضرت سیدنا مولانا سید شاہ **محمد اسمٰعیل حسن** صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ زیب سجادۂ عالیہ برکاتیہ احمدیہ مارہرہ مطہرہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ ذوی الفضل العظیم

فروعی فقہی مسائل میں اختلافات اہل حق کے درمیان آج سے نہیں بلکہ صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے سے برابر چلا آیا ہے۔ اختلافات بھی ہوئے مناظرے بھی ہوئے اور بحثیں بھی ہوئیں مگر جب تک روش صلاح رہی تب تک یہ نہ ہوا کہ ایک بھائی دوسرے سے بیگانہ ہوجائے، اس سے عداوت رکھے، اس کو مغلوب بنانے کے لئے نامناسب حرکتیں کرے۔اس کے اور اپنے دونوں کے دشمنوں سے مدد چاہے۔

پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر مسئلۂ اذان ثانی جمعہ کوئی نرالا فرعی مسئلہ تو ہے نہیں کہ جس میں اختلافات وجدال سے مناظرہ، مناظرہ سے مکابرہ اور مکابرے کے بعد بحث ایک دوسرے کی مخالفت وہتک عزت کی صورت اختیار کرلے۔اذان ثانی میں سنت کریمہ تو یہی تھی کہ دوسری تمام اذانوں کی طرح یہ بھی خارج مسجد ہو مگر اللہ اعلم نہ جانے کس وجہ سے حال کے کچھ لوگوں میں اس کے خلاف رواج پڑ گیا؟ اس سنت کا احیا اس زمانہ میں اللہ عزوجل نے حضرت فاضل بریلوی کے ہاتھوں پر مقدر کیا تھا جو ان سے بفضلہٖ تعالیٰ ہوا اور ہورہا ہے۔اگرچہ عوام کے لئے اس کا چھوڑنا مشکل ہوتا ہے کہ جس کی ان کو عادت پڑ جائے۔مگر اہلسنت وجماعت اور خصوصا ان میں کے وہ جو عالم مولوی ہیں ان سے یہ امید نہیں تھی کہ شریعت مطہرہ کے روشن اور واضح ثبوت دیکھ کر پھر بھی بغیر کسی دلیل محض زور وزبان سے اذان ثانی جمعہ کے متعلق وہ کہیں گے جو رام پوری فتووں میں کہا، لکھا اور شائع کیا۔ یہاں تک کہ رام پوری دوسرے فتووں میں اس درجہ تشدد بڑھا کہ صاف لکھ دیا۔اتحاد و اتفاق کے بجائے نفاق پیدا ہوا، اہلسنت وجماعت کے جلسوں میں جو شرکت، ملاقات، اتحاد اور احقاق حق کی باتیں

ہوا کرتی تھیں سب برباد ہوگئیں۔

اللہ اللہ ایک فقہی فرعی مسئلہ میں شریعت مطہرہ کی روشن دلیلوں کے ساتھ مسئلۂ شرعیہ آپ کی عادت کے خلاف ظاہر ہوا صرف اسی ایک جرم کی وجہ سے معاذ اللہ احقاق حق کو بھی استعفا دیدیا گیا۔

للہ انصاف! یہ کونسا انصاف ہے؟ اس مسئلہ میں تو زیادہ سے زیادہ اختلاف کراہت وسنت ہے۔ خود ہمارے ائمۂ حنفیہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر فرائض و واجبات میں اختلافات ہو چکے ہیں۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تعدیل ارکان کو فرض کہا ہے۔ طرفین رحمہما اللہ تعالی نے واجب فرمایا ہے۔ بلکہ ایک روایت میں سنت۔ **کما فی الدر المختار وردالمحتار** ۔اس کے باوجود نہ تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طرفین رحمہما اللہ تعالی سے ملنا ترک کیا، نہ اتحاد و اتفاق کو استعفا دیا اور نہ ہی احقاق حق کو۔ پھر آپ کو حنفی ہو کر ایک فرعی فقہی مسئلہ میں جس کا غایت خلاف صرف کراہت وسنت ہے کیوں کر اپنے ائمۂ کرام کے خلاف کرنا درست ہوا؟ ہم اہلسنت و جماعت کو رام پور والوں کے رویہ سے ہی بہت رنج وافسوس ہوا تھا کہ یکا یک گردش مقدر سے اس سے بھی زائد افسوس کرنے کا موقع آ گیا اور وہ حضرات بدایوں کا خلاف فرمانا تھا جس میں سخت افسوس کی بات وہی رنگ رام پور پر بحث مسئلہ سے قطع نظر ہو کر صورت جدال و نزاع ذاتیات پیدا ہونا ہے۔

ہمارے یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مطبوعہ رسالہ اوائل ۳۲ ہجری میں آیا اور اسی وقت سے ہمارے یہاں بفضلہٖ تعالیٰ مسجد برکاتی احمدی میں اسی پر عمل درآمد ہے۔ حضرات علمائے بدایوں کا کوئی اختلاف تحریری یا تقریری اس فتوے سے ہمارے گوش زد نہ ہوا تھا۔ اور ہم اپنے علم کے مطابق اچھی طرح سے اس فتوے کو دیکھ بھال چکے تھے اور بعض مخالفین نے جو مخالفت کی اس کا بے اثر ہونا بھی ہم پر ظاہر ہو چکا تھا یہاں تک کہ رجب المرجب ۳۲ ہجری حضرت نانا صاحب (حضور

نوری میاں) قبلہ وکعبہ کے عرس شریف میں حضرت مولانا احمد رضا صاحب اور حضرت مولانا مولوی محمد عبد المقتدر صاحب اپنے متوسلین و اہل خاندان کے عرس شریف میں اپنے پیران طریقت کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ حضرات بدایوں میں سے مولوی محبّ احمد صاحب نے اپنے اس مسئلہ کو پہلے خود اس فقیر راقم الحروف اور اس کے بعد حضرت والد ماجد قبلہ وکعبہ حضرت سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن صاحب قبلہ اور جناب عم مکرم سید حامد حسن صاحب سے چھیڑا اور انا کی اس تحریک میں پھر خود حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب قبلہ اور بدایوں کے بعض دوسرے لوگوں نے بھی شرکت کی اور حضرت مولانا صاحب کے مواجہہ میں حضرت والد ماجد قبلہ اور جناب عم مکرم اور کچھ بدایوں والوں کے ساتھ حضرت مولانا سے گفتگو شروع ہوئی جس میں اس کے بعد کچھ گفتگو فقیر سے بھی کی گئی۔ چونکہ اس گفتگو کے محرک مولوی محبّ احمد صاحب تھے اسی وجہ سے وہی زائد تقریر کر رہے تھے اور نہ معلوم کیا وجہ تھی کہ برائے مسئلۂ علمی کو سمجھنے کے ان کی تقریر کا ماحصل زیادہ تر بالائی باتوں سے الزام دینا تھا جس کی وجہ سے ان کی تقریر اشتعال پذیر ہوگئی جو کہ محض فرضی الزامات پر مقصور تھی۔ جتنا زیادہ سمجھانے کی کوشش کی گئی اسی قدر اشتعال زائد بڑھتا گیا یہاں تک کہ خود حضرت مولانا صاحب کی طبیعت بھی کچھ مکدر سی معلوم ہونے لگی تو حضرت والد صاحب نے اس امر پر زور دیا کہ حضرات بریلی بھی یہاں تشریف فرما ہیں آپ بالمشافہہ اپنے استدلالات پیش کر کے تصفیہ فرما لیجئے کہ یہ اشتعال جو اس وقت آپ حضرات کی طبیعتوں میں معلوم ہو رہا ہے کہیں زیادتی نہ اختیار کر لے، مسئلہ شرعی ہے اشتعال سے تو کام نہیں چل سکتا؟ اس پر کسی طریقہ سے رضامندی نہ ہوئی اور غیر قابل قبول عذرات بیان کئے جانے لگے یہاں تک کہ ادھر سے یہ عرض کیا گیا کہ اگر آپ خود گفتگو نہیں فرماتے ہیں تو سہولیت وآسانی سے ہمیں ہی اپنے استدلالات سمجھا دیجئے ہم جا کر مولوی احمد رضا خاں صاحب پر انہیں پیش کر دیں گے اور ان سے ان کا جواب لے لیں گے وہ جیسا

کہ آپ بیان کرتے ہیں اگر برا بھلا کہیں گےتو ہمیں کہیں گے۔ اور آپ کے بقول اگر اپنے خلاف کسی بات کو نہ بھی قبول کریں گےتو کم سے کم ان کے بے دلیل مسئلۂ شریعت کا قبول نہ کرنا ہم پر تو ظاہر و واضح ہو جائے گا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب غلطی پر ہیں۔

باوجود ہمارے اصرار کے حضرات بدایوں اس پر بھی راضی نہ ہوئے۔ اور محض سطحی باتوں میں ہی بہت کچھ طول ہو کر مجلس ختم ہوگئی۔ عرس شریف ختم ہونے پر سب حضرات اپنے اپنے وطن تشریف لے گئے اور اس کے کچھ ہی دنوں بعد بدایوں سے ایک تحریر چھپ کر اس بارے میں آئی جو مولوی محمد ابراہیم صاحب بدایونی کی طرف سے تھی جس کی اشاعت کا سبب ''اصرار صاحب زادگان'' لکھا ہے نہ معلوم کہ صاحب زادگان سے حضرت مجیب نے کن صاحب زادگان کو مراد لیا؟ اگر جیسا کہ ظاہر و متبادر ہے ہمیں کو مراد لیا تو اہل انصاف انصاف کر سکتے ہیں کہ ہم نے کس بات کے لئے اصرار کیا تھا اور اس کو کس حد تک رد کیا گیا؟ حالانکہ وہ اصرار بعونہ تعالیٰ انشاء اللہ العلی الکریم بہت مفید تھا۔ سبحان اللہ! صاحب زادگان نے تو یہ کہا تھا کہ آپ بالمواجہہ (آمنے سامنے) گفتگو کرلیں بلکہ یہاں تک کہا کہ اگر آپ خیالی باتوں کی بنیاد پر خود گفتگو نہیں کرنا چاہتے تو ہمیں اپنا مسلک اور اس کے دلائل بتائیں ہم جا کر ابھی انشاء اللہ گفتگو کئے لیتے ہیں۔ جو ارشاد صاحب زادگان تھا وہ تو باوجود اصرار قطعا قبول نہ کیا گیا بلکہ رد کیا گیا۔

اب نہ معلوم ان کے ارشاد کا نام کیوں لیا جاتا ہے؟ اور اگر صاحب زادگان سے مراد ہم نہیں تو یہ امر دریافت طلب ہے کہ مارہرہ میں وہ کون سے ایسے صاحب زادگان آپ کے پیدا ہو گئے ہیں کہ جن کے ارشاد کی تعمیل آپ نے کی اور وہ بھی اپنے پاس سے طبع و اشاعت کے خرچے برداشت کر کے؟ اور ہم اگر چہ کیسے ہی نالائق جاہل سہی مگر بفضلہٖ تعالیٰ سنی، حنفی اور آپ کے پیران طریقت کی اولاد تو بفضلہٖ تعالیٰ

ضرور ہیں ہماری عرض کی اتنی بھی وقعت نہ ہوئی کہ اپنے پاس سے کچھ خرچ کیئے بغیر ہمارا کہا مان لیا جاتا اور علمائے بریلی سے بالمشافہہ گفتگو کر لی جاتی۔ جبکہ تمام پریشانیاں اور مشقتیں بھی ہم اپنے سر لے رہے تھے پھر آخر وہ کون سی وجوہات تھیں کہ جنہوں نے آپ کو ہمارے کہے کی تعمیل کرنے سے باز رکھا؟ بلکہ صاحب زادگان تو صاحب زادگان مارہرہ کے دوسرے رہنے والوں کا بھی آپ کو اس قدر پاس ہوا کہ ان کے اصرار کی بھی آپ نے تعمیل کی مگر ہم نے بھی کچھ ایسا قصور کیا تھا کہ باوجود سخت اصرار کے ہمارے کہے کی تعمیل آپ کو نہ ہی کرنا تھی اور نہ ہی کی؟ خیر یہ بھی سہی تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ہمارے اصرار کے رد کے لئے آپ کے پاس وجوہ معقولہ تھیں یا نہیں بھی تھیں مگر ہماری شامت اعمال نے ہم کو اس درجہ پر پہونچا دیا ہے کہ خود ہمارے متوسلین ہمارے باپ دادا کے خادم ہماری ایک بعونہ تعالیٰ مفید عرض کو بھی نہ مانیں اور دوسروں کا اس قدر پاس ولحاظ کریں کہ ان کے کہنے کی وجہ سے اشتہارات وغیرہ اپنے آپ خرچہ کر کے چھاپ دیں۔ اپنی حالت کا موازنہ اپنے بزرگوں کی حالت سے کرتے ہوئے ہمیں اس بات کا بھی افسوس نہیں کہ ہماری مفید تجویز ہمارے متوسلین نے کیوں رد کر دی۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ایسی جگہ جو مدتوں سے دار العلم والعمل ہو جس سے متعدد لوگ عالم وفاضل ہو کر نکل گئے ہوں وہاں سے فتویٰ اور قصور معاف اس کی یہ حالت جو اس بدایونی جواب کی ہے۔ رسائل بریلی کو میں اسی رجب المرجب ۱۳۳۲ھ میں حضرت استاذی معظمی مولانا عبد المقتدر صاحب قبلہ کی خدمت اقدس میں حاضر کر چکا تھا وہ رسائل جناب مجیب نے دیکھے ہونگے جس میں اس مسئلہ میں اہل حق کے دلائل واضح کیئے جا چکے تھے اور اگر خدا انصاف دیتا تو فتاویٰ بدایوں میں جن دلائل سے استدلالات کیئے گئے ان کی حالت کھول کر دکھا دی تھی کہ آپ کی مستند نہیں ہوسکتی ہیں کیا جناب مجیب نے ان رسائل کو نہ دیکھا؟ اس کے سوا اور کیا کہوں کہ دیکھ کر بھی مردودات (رد کی گئیں دلیلیں) پیش کرنا

سخت مکابرہ ہے جس کی اہلسنت وجماعت سے توقع نہیں۔

سبب تالیف

بدایونی تحریر رجب المرجب ۱۳۳۲ھ کے بعد شائع ہوئی اور شعبان میں یہاں آئی لفظ ''صاحب زادگان'' سے چونکہ ہمیں لوگ متبادر ہوتے ہیں اس لئے فقیر نے اسی زمانہ میں ایک خط جناب مجیب کو لکھا جس میں یہ امران کو دکھا دیا گیا کہ ہم نے کس چیز کا اصرار کیا تھا اور اس کو آپ نے کس حد تک مانا پھر خواہ مخواہ ہمارا نام اس تحریر کی اشاعت میں کیوں لیا جاتا ہے؟ اس سے زائد کچھ اس تحریر بدایوں کا بے اثر ہونا ظاہر نہ کیا تھا۔ یہ سمجھ کر کہ اس طرف کے رسائل دیئے ہی جا چکے ہیں جناب مجیب نے اگر انہیں اس وقت نہ دیکھا تھا تو اب دیکھیں گے اور ان کے لئے مسئلۂ شرعیہ واضح کیا جا چکا ہے۔ تحقیق حق بعونہ تعالی ہو جائے گی ایسی حالت میں مجھے تحریر بدایوں کی مفصل حالت خود دکھانا نامناسب معلوم ہوئی کہ اس طرف کے مجیب نہ سہی مگر مصححین میں حضرت استاذی مکرمی مولانا مولوی عبدالمقتدر صاحب قبلہ بھی ہیں جن کو میرا استاذ ہونے کا حق حاصل ہے۔ میں اپنے نزدیک قابل احترام، دینی معظم و بزرگ سمجھتا ہوں شاید کہ ان کو مجھ سے کچھ ناراضگی ہو دوسرے مکرمی مولوی محمد عبدالقدیر صاحب بھی مصححین میں ہیں جن سے فقیر کو ایک خالص سہی دینی محبت ہے۔ ایسی حالت میں اس صورت میں جبکہ اخفائے حق بھی نہ ہوتا ہو اور جتنا میں حق ظاہر کرتا اس سے زائد اظہار حق کے رسائل خود ان کے پاس پہونچ چکے تھے مجھے بدایونی تحریر کی حالت خود نہ دکھانا ہی مناسب اور بہتر معلوم ہوئی۔

مگر جب رجب المرجب ۱۳۳۳ھ میں ایک صاحب عبدالواحد نامی مولوی اور فاضل کا ایک اشتہار دستی لکھا ہوا شائع ہوا۔ مولوی حامد رضا (حضور حجۃ الاسلام) کا اشتہار مطبوعہ رد تحریر بدایوں و آگرہ (جس کی نسبت معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی بدایوں ہی کا ہے) شائع ہوا تھا یہ دستی اشتہار گویا اس کے جواب میں بیان ہے جو کہ بطور جواب

الجواب شائع کیا گیا ہے۔ اگر چہ اس دستی اشتہار کی جیسی کچھ حالت ہے دیکھنے والوں سے بالکل بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ جواب کے نام تو ایک حرف بھی نہیں ہے۔ ہاں صرف نزاع ذاتیات، حشو واہمال اور تناقض وتنافت وغیرہ کی بھرمار ہے۔ شاید یہ صاحب انہیں باتوں کے مولوی فاضل ہوں۔ خیر فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ (یعنی ہر شخص اپنے مثل ہی سوچتا ہے) اس میں ان صاحب نے اپنے تیزی کلام سے ہم پر بھی ایک ناجائز اور سخت چوٹ کی ہے یہ تو فاضل صاحب کے قلم کی جولانی ہے۔ سرکار کے زمانۂ عرس شریف کا تذکرہ اس تحریر کے لئے جس واسطے کیا گیا وہ سمجھنے والے اچھی طرح سے سمجھ گئے ہوں گے۔ ان اکابر عظمائے کرام کو جو آپ کی تجدیدی تحریر کی وجہ سے تحقیق کے مطابق اہل حق سے علیحدہ ہو گئے اور غلطی سے بچ گئے پھر با فریب ودھوکہ والے الفاظ کے چکر میں پھانسنا مقصود ہے۔ یہ تحریر فاضل صاحب کی مولوی غلام شبیر صاحب بدایونی حضرت والد ماجد قبلۂ وکعبہ کی خدمت میں لے کر حاضر بھی ہوئے تھے اور حضرت والد ماجد قبلہ نے ان سے جستہ جستہ اس کا بیکار ہونا بیان کرنے کے بعد خاص اس عبارت کے متعلق یہ بھی فرما دیا تھا کہ آپ اس کو نکلوا ڈالیں۔ اس میں ہمارے اوپر بھی جھوٹ ہے بلکہ اس تحریر کو ابھی شائع ہی نہ کریں جس پر انہوں نے عدم اشاعت کے وعدے کے ساتھ یہ بھی وعدہ کیا کہ خود حضرت مولانا دام بالمجد والکرم بالمشافہۃ مولانا احمد رضا خاں صاحب سے گفتگو کر کے اس مسئلہ کو ضرور طے کر لیں گے۔ مگر غالباً فاضل صاحب نے مولوی غلام شبیر صاحب کے کہنے کو نہیں مانا اور یہ تحریر شائع ہی کر ڈالی۔ فاضل صاحب کی اس تحریر سے صاف صریح مفہوم ہوتا ہے کہ جو اکابر عظام مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تجدید کی تحریر سے مطابق تحقیق اہل حق علیحدہ ہو گئے اور غلطی سے بچ گئے ان کو پھر فریب و چکر میں پھانسنا مقصود ہے گویا وہ لوگ جو اس تحقیق فاضلانہ کے خلاف عامل ہیں فریب و چکر میں پھنسے ہوئے ہیں تو ہم لوگ معاذ اللہ فریب و چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔

فاضل صاحب کا اپنے پیرزادوں کی نسبت یہ خیال جہاں تک بھی معیوب اور برا ہو میں اس کے متعلق کچھ بھی کہنا نہیں چاہتا۔ مگر ہاں اہل علم کو صرف اس قدر ضرور دکھانا چاہتا ہوں کہ ہم لوگ نہ ان کے بقول کسی تجدید کی تقلید کر رہے ہیں اور نہ ہی معاذ اللہ فریب و چکر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہاں فاضل صاحب نے اہل حق سے مراد اپنے نفس اور اپنے ہم خیال بدایوں والوں کو ہی لیا ہے۔ اور بدایوں والوں کی طرف سے بظاہر اس مسئلہ میں صرف ایک تحریر طبع ہو کر شائع ہوئی ہے۔ جو ۴ر شعبان ۱۳۳۲ھ کو ہمیں ملی ہم تک جو فاضل صاحب کی مسلم اہل حق کی تحقیق پہونچی ہے وہ صرف وہی ہے۔ لہذا اب میں مختصراً فاضل صاحب کو ان کی اس تحقیق کا حال دکھانا چاہتا ہوں جس کی زیادہ تر ضرورت مجھے اپنے اور اپنے اکابر کو فاضل صاحب کے اس سخت غلط اتہام سے بچانا مقصود ہے۔ میرا مقصود سخن اس تحریر کے رد میں انہیں فاضل صاحب کی طرف اس حیثیت سے ہے کہ وہ ان کی مسلمہ اور مسلمہ بھی کیسی کہ اس کی بنا پر انہوں نے اس کے خلاف عمل کرنے والوں پر وہ ناجائز اور ناروا پوشیدہ چوٹیں کی ہیں۔ کہ اس پوشیدگی میں جو راز ہے وہ اہل نظر سے بالکل بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

تحریر بدایوں میں یہ لکھ کر کہ ''اذان ثانی جو وقت خطبہ روبرو امام کے دی جاتی ہے قریب منبر داخل مسجد ہونی چاہیے'' سند میں لکھا کہ ''عبارات کتب فقہ حنفی سے یہ مضمون واضح ہو رہا ہے''۔

اقول:۔ جی ہماری سر آنکھوں پر۔ مگر ذرا ہمیں بھی عبارات نہیں بلکہ ایک ہی عبارت کسی معتبر و مستند فقہ حنفی کی کتاب کی ارشاد ہو جائے جس سے اذان خطبہ کا داخل مسجد ہونا واضح ہو رہا ہو۔ اس فتوے میں تو جس طرح بھی کچھ اس امر کو واضح کیا گیا وہ ابھی بعونہ تعالی کھلا جاتا ہے۔

اور **تحریر بدایوں** میں ہے ''فقہائے حنفیہ نے متعدد پیرایوں سے اس امر کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بنظر انصاف مقام تشکیک (شک کی گنجائش) و

خلاف باقی نہیں رکھا‘‘۔

اقــــــول :۔جی ان فقہا کے اسمائے گرامی اور جہاں جس کتاب میں انہوں نے اذان ثانی جمعہ داخل مسجد ہونا بیان کیا ہو ہمیں بھی ارشاد ہو آخر میں ذرا اس کا بھی لحاظ رہے کہ ابھی پہلے ہی جملہ میں عبارات تھیں اب یہاں صرف پیرایوں سے بیان کرنا رہا۔شاید آگے چل کر یہ بھی نہ رہے اور حق کی صورت صاف صاف منوا ہی کر چھوڑیں کہ فقہائے حنفیہ نے اس کا داخل مسجد ہونا نہ عبارات میں بیان کیا ہے نہ پیرایوں سے عیاں کیا بلکہ صراحتاً اس کا خلاف لکھا ہے جس کو آپ نے محض بزور زبان رد کیا ہے۔

تحریر مذکور میں ہے۔’’اور سلفاً خلفاً علمائے کرام وفقہائے عظام حنفیہ کثر اللہ سوادھم کا یہی مسلک ہے‘‘۔

اقول :۔امام اتقانی صاحب نے جو غایۃ البیان شرح ہدایہ میں خاص باب الجمعہ میں اور خاص اسی اذان کی بحث میں یہ تصریح فرمائی ہے کہ’’**ھو ذکر اللہ تعالی فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ** ‘‘(وہ اللہ تعالی کا ذکر ہے خارج مسجد میں یعنی مسجد کے حدود میں اذان کے داخل مسجد میں مکروہ ہونے کی وجہ سے) یہ شاید علمائے حنفیہ نہ ہوں گے۔اور محقق علی الاطلاق کی نسبت بھی ارشاد فرمایئے اور بتایئے کہ وہ علمائے حنفیہ سے ہیں یا نہیں اس لئے کہ ساتھ تو انہوں نے بھی امام اتقانی کا ہی دیا ہے۔جو فتح القدیر خاص باب جمعہ میں اور خاص اسی اذان کی بحث میں وہی تصریح فرمائی ہے’’**ھو ذکر اللہ تعالی فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ** ‘‘(فتح القدیر جلد دوم ص:۵۶)(وہ اللہ تعالی کا ذکر ہے خارج مسجد میں یعنی مسجد کے حدود میں اذان کے داخل مسجد میں مکروہ ہونے کی وجہ سے)اور جو انہیں غایۃ البیان وفتح القدیر نیز فتاوی خلاصہ وبحر الرائق وغیرہا کتب ائمہ میں ہے’’**قالوا لایؤذن فی المسجد** ‘‘(بحر الرائق جلد اول

ص:۴۴۴، خلاصۃ الفتاوی جلد اول ص:۴۹، جامع الرموز جلد اول ص:۱۲۳) (فقہا فرماتے ہیں کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے) یہ علما آپ کے نزدیک حنفی ہیں یا غیر حنفی؟ اس ارشاد علما کو خاص کرنے اور اذان خطبہ کو اس سے نکالنے کے لئے جو تقریر آپ نے فرمائی اس کا جواب بعونہ تعالیٰ آگے آتا ہے۔

عرب وعجم وغیرہ میں اذان داخل مسجد ہونے سے اعتراض

تحریر مذکور میں ہے ''دیار وامصار عرب وعجم وعراق وروم وشام و ہندوسندھ میں قدیم سے یہی تعامل چلا آرہا ہے''۔

جواب

اقول: ۔کسی بات کا لکھ دینا کہہ دینا تو آسان ہے مگر ذرا ثبوت تو دیجئے عرب وعجم وعراق وروم وشام و ہندوسندھ کے کتنے دیار وامصار میں آپ کو جانے کا اتفاق ہوا؟ یا کم از کم کہاں کہاں کی تحقیق آپ نے منگا کر رکھ لی ہے کہ وہاں یہ اذان داخل مسجد ہوتی ہے۔اچھی طرح سے خبر تو خود اپنے پاس کی بھی نہیں اور حکم یہ لگا دینا ۔پھر اس پر قدیم کی زیادتی اس سے بھی زیادہ لطیف ہے۔کیوں جناب کس معتبر مستند ذریعہ سے آپ کو یہ معلوم ہوا کہ قدیم سے یہ اذان داخل مسجد تمام دیار وامصار عرب و عجم میں ہوتی ہے؟ یا آپ کی اصطلاح میں یا آپ کی عمر سے یا آپ سے دو چار جگ اوپر سہی سے یہی آپ کے آس پاس پڑوس کی دس بیس دن میں ہونا ہی قدیم سے دیار وامصار عرب وعجم وعراق وروم وشام و ہندوسندھ میں ہونا ہے؟ اس اذان میں مخالفین نے پہلے روز سے عام طور پر یہی طریقہ اپنایا کہ سلفا خلفا زمانۂ قدیم سے صحابہ کرام و تابعین عظام اور ائمۂ ذوی الاحترام کے پاک زمانوں سے برابر یہ اذان تمام دیار اسلامیہ میں داخل مسجد ہوتی ہے مگر ثبوت کے نام پر ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے صرف اپنی زبان کا ایک قول ہے اور بس۔ادھر سے کتب فقہ کی عبارات دکھائیں کہ یہ

اذان داخل مسجد مکروہ وممنوع ہے۔خود حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور افضل الصحابہ حضور سیدنا صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاک اور مبارک زمانوں کا تعامل دکھایا کہ یہ اذان ان حضرات کے مبارک زمانوں میں خارج مسجد ہی ہوا کرتی تھی مگر وہ تو ان کو دیدہ کو نادیدہ (دیکھی کو ان دیکھی) کردینے کی آفت لگی ہوئی ہے۔تو اب اس کا ہمارے پاس کیا علاج ہے؟ اللہ عزوجل ان کو توفیق اتباع حق دے۔

تحریر مذکور میں ہے''حرمین طیبین زادھما اللہ شرفا وتعظیما (اللہ تعالیٰ مکہ ومدینہ کی شرافت وبزرگی کوزیادہ کرے) میں پہلے سے یہ ہی اذان داخل مسجد متصل امام قریب منبر ہوتی ہے وہاں کے حاضر ہونے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں''۔

حرمین طیبین میں اذان جمعہ کہاں ہوتی تھی ؟

اقول:۔یہ محض غلط ہے۔

اولا :۔کیا آپ نے اصل فتوی بریلی نہ دیکھا جس میں آپ کے اس ادعائے باطل کی پول بہت اچھی طرح سے کھول دی گئی ہے۔اب دیکھئے اور دیکھنے کے بعد اپنے اس ادعائے باطل سے باز آجایئے۔

ثانیا :۔فرض کرتا ہوں کہ آپ اگر حاضر بھی ہوئے ہوں یا حاضر ہونے والوں کی سنی سنائی باتیں کہتے ہوں اور ظاہر بیں اصل حقیقت سے غافل ہوں تو غایت یہ کہ حال کا حال (یعنی موجودہ چیز کی حالت بتائی گئی) تو یہ آپ پر حال ہوا۔یہ ہمیشہ کا باطل دعوی آپ کس گھر سے لے کر آئے؟ ذرا فیصلہ حق نما میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد دیکھئے اور فقہ حنفی کے رد سے باز آجایئے۔اللہ اللہ حدیث صحیح موجود ائمہ واجلہ کی صراحۃً تصریحیں موجود کہ یہ اذان زمانۂ اقدس رسالت وخلافت راشدہ صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں دروازۂ مسجد اقدس پر ہوتی تھی۔تفسیر

کبیر، تفسیر کشاف، تفسیر خازن، تفسیر نیشا پوری اور کشف الغمہ امام شعرانی کی ملاحظہ ہوں۔ بلکہ تفسیر خطیب شربینی اور تفسیر جمل میں زمانۂ امیر المؤمنین مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ تک کی تصریح موجود ہے اور آپ نے جو حال میں بزعم خود یوں ہوتے دیکھی یا سنی تو آپ کے یہاں حدیث وتفسیر سب مردود ہیں اور ہمیشہ سے اذان کے یوہیں ہونے کا ادعا موجود ہے۔

اسی تحریر مذکور میں ہے ''اس کا خلاف کسی روایت فقہی اور صریح روایت حدیث سے ثابت نہیں ہوتا''۔

اقول:۔جی اور امام اتقانی اور محقق علی الاطلاق وغیرہما اکابر رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی جو تصریحات گزریں اور فتوائے بریلی میں تو اس سے اور زائد ہیں۔ وہ تو آپ کے نزدیک روایت فقہی ہی نہیں ہوں گی۔ علمائے کرام نے جو عام حکم فرمایا ''**لایؤذن فی المسجد یکرہ ان یؤذن فی المسجد کمافی العالمگیریة والفتاوی الخانیة والفتاوی الخلاصة وخزانة المفتیین وشرح الطحاوی للامام الاسبیجابی ونظم الامام الزندوسی وغایة البیان وفتح القدیر وبحر الرائق والتاتارخانیة مجمع البرکات والطحطاوی علی المراقی وغیرھا** ''(فتاوی عالمگیری جلد اول ص:۵۵، فتاوی خانیہ جلد اول ۷۸، بحر الرائق جلد اول ص:۴۴، فتح القدیر جلد دوم ۵۶، طحطاوی علی مراقی الفلاح ۱۹۷، خلاصۃ الفتاوی جلد اول ص:۴۹، جامع الرموز جلد اول ص:۱۲۳) (مسجد میں اذان دینا مکروہ ہونے کی وجہ سے مسجد میں اذان نہیں دی جائے گی) وہ آپ کے نزدیک روایت فقہی نہ ہوگا اور آپ نے جو علمائے کرام کے اس عموم واطلاق سے اس اذان کو اس طرح نکالنا چاہا'' اور حکم **لایؤذن فی المسجد** (مسجد میں اذان نہ دی جائے) بر بنائے عبارات مذکورہ فقہائے کرام جن میں لفظ **بین یدیہ** اور **عند المنبر** اور **قریبا من المنبر** ہے اذان خطبہ کو شامل

نہیں''۔

اقول :۔ یہ الفاظ اس خروج کا تقاضہ ہی نہیں کرتے ہیں جیسا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ثابت کروں گا بلکہ خود قائلان خروج ہی کے اقرار سے ثابت ہے کہ یہ الفاظ مفید خروج نہیں ہیں مگر اس سے بھی بڑھ کر آپ کا وہ زعم ہے کہ ''اذان خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے۔

اقول :۔ یہاں آپ قرآن وحدیث واجماع سب کو پشت دے (پیٹھ دکھا) کر اس اذان کو اذان ہی سے خارج کرنا چاہتے ہیں اور اس پر اقامت کی طرح ہی اذان کا بھی اطلاق بتاتے ہیں۔ یہ تو فرمایئے کہ آپ کا یہ اجتہاد مانا جائے یا صاحب درمختار کا وہ قول کہ جس میں انہوں نے صراحۃً اس اذان کو بھی اذان ہی مانا ہے اور باب الاذان میں اذان کی تعریف میں اس کو ذکر فرمایا ہے ''**حیث قال لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتة وبین یدی الخطیب**'' (درمختار جلد دوم ص:۴۷) (جب کہا تو **بدخول الوقت** نہیں کہا تاکہ فائتہ کو اور اس اذان کو شامل ہو جائے جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے) اور جب یہ اذان بھی باب الاذان میں اذان میں داخل تو قطعاً علمائے کرام کے وہ احکام جو باب الاذان میں عام ذکر ہوئے ہیں اس کو بھی شامل ہوں گے۔ اور کیوں جناب؟ حدیث صحیح سنن ابی داؤد شریف جس کو انہوں نے اپنے سکوت سے صحیح یا کم از کم حسن ہونا بتایا ہے اور امام الائمہ ابن خزیمہ نے اسے اپنے صحیح میں داخل کیا ہے۔ اسی سے علما نے **بین یدیه** ہونا اس اذان کا ثابت کیا ہے۔ اکابر علمائے کرام مثل امام ابن حجر وغیرہ نے اسی سے مالکیہ پر جو اس اذان کا بھی سرے سے **بین یدیه** ہونا بدعت جانتے ہیں استناد کیا ہے اور اس طرح سے اس کا حجت ہونا ذکر فرمایا ہے کہ جس میں ہے ''**عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنه قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم اذاجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر**'' (سنن ابوداؤد شریف ص ۱۵۶ رقم

الحدیث ۱۰۸۸)(یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ جمعہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے کے زمانے میں۔) کیا یہ حدیث اس اذان کے خارج مسجد ہونے میں نص نہیں ہے؟ کیا اس حدیث میں نہیں کہ یہ اذان ان پاک اور مبارک زمانوں میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم و صدیق و فاروق رضی اللہ تعالی عنہما کے کے زمانے میں ان کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوا کرتی تھی۔ پھر کیا ﴿اَذٰنٌ مِّنَ اللّٰہِ﴾ (سورۂ توبہ ۹ آیت ۳ پارہ ۱۰) میں قطعی دلیلوں کے ساتھ یہ ثابت نہیں کیا گیا؟ کہ مسجد کے دو اطلاق ہیں۔ ایک موضع صلاۃ تو ایسی صورت میں اس کی فصیلیں، دیواریں اور دروازہ اور اس کے توابع یہ سب اس معنی کے اعتبار سے خارج مسجد ہیں۔ دوسرا معنی چہار دیواری مسجد مع مافیہ بایں معنی یہ سب داخل مسجد ہیں۔ بلکہ یہاں ایک تیسرا اطلاق اور ہے کہ فنائے مسجد کو بھی مسجد کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ معتکف اس میں جا سکتا ہے۔ پھر کیا تحقیق مناط رسائل بریلی میں نہ ہو چکی کہ اذان خارج مسجد ہونے کو صرف اسی قدر درکار ہے کہ وہ حدود مسجد میں ہو داخل مسجد موضع صلاۃ میں نہ ہو کہ فتح القدیر میں فرما ہی دیا گیا ہے ''**ای فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله**''(فتح القدیر جلد دوم ۵۶)(یعنی حدود مسجد میں اذان ہو داخل مسجد میں اذان کے مکروہ ہونے کی وجہ سے) اب تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث شریف اس اذان کے خارج مسجد ہونے میں جو کہ اہل حق کے نزدیک مراد ہے اس کے متعلق نص صریح ہے۔

تحریر بدایوں میں ہے ''فقہائے کرام برابر بلانکیر تصریح فرما رہے ہیں کہ اذان ثانی قریب منبر دی جائے''۔

اقول:۔ وہ دیکھئے صولت حق کا زور کہ یہاں داخل مسجد کی قید اس نے اڑا ہی چھوڑی۔ اگرچہ بباطن ضرور ملحوظ ہے۔

اولاً: اس پر عرض ہے کہ عبارات پیش کردہ میں تو ایک بھی عبارت فقہ حنفی میں لفظ قریب موجود نہیں سوائے ایک جامع الرموز کے۔ مگر ہاں آپ نے تو وغیرہ بھی کہد یا ہے اگر چہ اس کو یہاں ذکر نہیں کیا۔ خیر جب نہیں اب ہمیں پتہ بتایئے کہ اور کس کس معتمد نے ''**قریبا من المنبر**'' کہا ہے؟ مگر وہ برابر بلا نکیر تصریح فرمارہے ہیں تو اب بھی ثابت نہیں کہ آخر یہ جو عامۂ کتب معتمدہ میں ''**بین یدی المنبر بین یدی الامام**'' کہا ان میں تو ''**قریب من المنبر**'' کی تصریح نہیں۔

ثانیا:۔ بفرض غلط اگر فقہائے حنفیہ نے بلا نکیر اس اذان کے ''**قریبا من المنبر**'' ہونے کی تصریح بھی کردی تو آپ کو کیا مفید؟ آپ کا مدعا تو مطلقا قرب نہیں بلکہ وہ قرب ہے جو مسجد کے اندر ہو پھر اس کا عبارات فقہا میں کہاں پتہ ہے؟ مطلق قرب کا اثبات آپ کو مفید نہیں کہ یوں تو وہ جو منبر کے سامنے فصیل مسجد پر اذان ہو وہ بھی قریب ہے کہ قرب امر اضافی ہے۔ بلکہ فنائے مسجد قطعا متصل مسجد ہے کہ اس کی تعریف ہی میں '' **مااتصل به**'' داخل اور مسجد شرعا بقعۂ واحدہ ہے تو اس کے ایک جز سے قرب ہر جز سے قرب ہے۔**فافهم ان كنت تفهم!**

تحریر بدایوں میں ہے:۔ کہ درمختار میں ہے'' **ويؤذن ثانيا بين يديه الى ان قال**'' (درمختار جلد سوم ص:۳۸) اسی طرح عامۂ کتب معتبرہ فقہ میں یہی عبارتیں ہیں۔

بین یدیه کی وضاحت

اقول:۔ اذان داخل مسجد قریب منبر ہونے کے اوپر اس زور شور کے بعد جو صدر فتوی بدایونی میں تھا یہاں آکر یکا یک داخل مسجد کی قید بظاہر اڑا دینے اور صرف اس اذان کے قریب منبر ہونے پر اقتصار کرنے کی حکمت اب معلوم ہوئی۔ داخل مسجد کے لئے تو کسی طرح کوئی سند ملتی نہ دیکھی۔ البتہ قریب منبر ہونے کے لئے فقہا کے کلام میں ''**بين يديه و عند**'' سے توڑ جوڑ کر کچھ مفید مطلب نکلتا دیکھ کر صرف قرب پر اقتصار کیا کہ نام کو کوئی سند پیش کرنے کا تو موقع ہوا گرچہ مقصود ثابت نہ ہو سکے۔ مگر چونکہ اس قید داخل مسجد کو

بظاہر چھوڑ کر بھی دعوی تو یہ تھا کہ فقہائے کرام برابر بلانکیر تصریح فرمارہے ہیں کہ اذان ثانی قریب منبر دی جائے اور چاروں کتابوں کی عبارتیں جو پیش کیں ان میں مطلق ''قریبا من المنبر'' کی بھی تصریح نہیں نہ کہ ان کے مقصود اس قرب خاص معین کی جو گز ڈیڑھ گز سے زائد نہ ہو اور کسی اذان کو مسجد سے باہر نہ نکلنے دے۔ لہذا دعوی کی دلیل سے نا مطابقت یوں رفع کی گئی کہ لفظ ''بین یدیہ'' باعتبار حقیقت عرفی علمائے کرام کی تصریحات کے مطابق محققین علم ادب وتفسیر وغیرہ قرب پر دلالت کرتا ہے۔ اب سارا کیا دھرا حقیقت عرفی کے سر رہا مگر جناب مجیب کو اس سے اب تک ذہول ہے کہ مقصود اصلی کیا تھا؟ اور وہ بھی ثابت ہوا یا نہیں؟ مقصود اصلی سے ذہول کر کے نفس قرب کے ''بین یدیہ'' میں ثبوت کے لئے مفردات سے عبارت لائے یقال ''ھذاالشیٔ بین یدیک ای قریب منک'' اور نہ سمجھے کہ اگر معنیٔ قرب ہی اس کی حقیقت میں پائے جانے ضروری ہوں جب بھی ہمیں مضر نہیں۔ اور نہ ہی اکابر ائمہ کی ان تصریحات کے منافی جو رسائل بریلی میں مذکور ہیں اور ''بین یدیہ'' کی تفسیر صرف امام وقدام بتاتی ہیں کہ ہر چیز جو پیش نظر ہو اسے بین یدیہ کہتے ہیں اور عادتاً شرائط ابصار سے قرب بھی ہے تو ہر مرئی قریب ہے اس سے زائد قرب کے لئے خصوص مقام کی دلالت خاصہ درکار ہے جو آج تک کوئی صاحب نہ بتا سکے۔ پھر کیا اس عبارت راغب میں جو قرب ہے اس کے معنی مراد خود انہیں نے کھول دیئے تھے کہ فرمادیا ''وعلی ھذا قولہ ﴿ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِنۡ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ﴾ (پارہ ۸/سورۂ اعراف ۷آیت ۱۷) ﴿لَهٗ مَابَيۡنَ اَيۡدِيۡنَا﴾ (پارہ ۱۶ سورۂ مریم ۱۹ آیت ۶۴) یعنی ملائکہ کا کہنا کہ اللہ عزوجل ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اسی معنی پر ہے۔ کیا جبریل یہ کہہ رہے ہیں کہ جو کچھ ایک دو ہاتھ آگے ہے وہی اللہ کا ہے کیا اب بھی نہ کھلا کہ عبارت راغب سراسر بدایونی مقصود اصلی کے منافی ہے۔

دوسری عبارت کشاف ومدارک کی پیش کی جس میں ہے ''حقیقة قولھم جلست بین یدی فلان الخ'' (تفسیر کشاف جلد چہارم ص: ۲۰-۵۱۹) (کہ میں

فلاں کے سامنے بیٹھا) جی مگر ''وضعت الطعام بین یدیه'' (میں نے کھانے کو اس کے سامنے رکھا) کی حقیقت عرفی میں اس سے بھی تنگ تر اور زائد قرب اور حضرت انس کے اس ارشاد ''اتتبع الدباء واضعه بین یدیه صلی الله تعالی علیه وسلم'' (صحیح بخاری کتاب الاطعمہ باب الثرید جلد دوم ص:۸۱۵، سنن ابن ماجہ ۲۳۷) میں پیالہ میں سے لوکی کے قتلے تلاش کر کے حضور کے آگے رکھتا۔ ''بین یدیه'' کی حقیقت اور بھی تنگ اور پھر پھیلاؤ بھی اتنا کہ آٹھ ہزار برس کی راہ تک پھیلا ہوا ہے۔ ثریا آٹھ ہزار برس کی راہ سے بین ایدینا ہے اور آفتاب چار ہزار برس کی راہ سے۔ تو ایسا قرب جو خصوص مقام سے ناشی ہو آپ کو کیا مفید اور ہم کو کب مضر؟ آپ کو تو یہ ثابت کرنا تھا کہ بین یدی کی حقیقت عرفی ایک قرب مخصوص تک منحصر اس سے زائد نہ بڑھے نہ گھٹے۔ اور پھر یہ ثابت کرنا کہ وہ قرب مخصوص اذان خارج مسجد میں نہیں پایا جاتا یہ البتہ آپ کو مفید ہوتا۔ کم از کم دلیل صحیح سے یہ ثابت کرنا تھا کہ ''اذنت بین یدیه'' میں خصوص مقام وقرائن حالیہ سے وہ قرب مستفاد ہے جو مسجد کے اندر ہی رہے۔ اور جب یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں تو محض بھرتی سے کیا فائدہ ہے؟ ان سب کے بعد اب ذرا یہ تو فرما دیجئے کہ کشاف ومدارک وراغب کی یہ عبارتیں آپ کو مسلم ہیں اور صحاح و قاموس و مختار الصحاح وتاج العروس وغیرہ (تاج العروس جلد ۱۰/۴۱۹) میں جو بین یدی کو صرف امام وقدام سے تفسیر کیا ان کی تفسیر کیوں نا قابل قبول؟ کیا کتب لغت کی وضع حقیقت بیان کرنے کو نہیں ہوتی؟ کیا یہ تفسیریں جو ان ائمۂ لغت نے کیں ناقص وغلط ہیں؟ کیا کسی معتمد نے اس کی تصریح کی ہے اسی طرح معالم التنزیل سورۂ حجرات اور خازن سورۂ آل عمران اور ابو السعود سورۂ یونس اور جلالین سورۂ رعد اور سورۂ مریم میں جو بین یدی کو صرف امام وقدام سے تفسیر کیا، کیا ان کی یہ تفسیر صحیح وکامل ہے یا غلط وناقص؟ ہاں جناب مولوی فاضل صاحب آپ ہی بتائیں تحریر بدایوں میں بین یدی میں اثبات قرب سے مقصود اس قرب خاص کا ثابت کرنا ہے جو اس اذان ثانی کو کسی طرح منبر سے گز ڈیڑھ

گز سے زائد نہ بڑھنے دے؟ بہر طور مسجد کے اندر رکھے؟ ادھر مسجد کی فصیل پر ہی مؤذن لیا اور وہ قرب رخصت ہوا؟ یا اثبات مطلق قرب؟ بر تقدیر ثانی یہاں کس نے انکار کیا کہ بین یدی میں ایسا قرب بھی نہیں ہوتا؟ آخر بین یدی ہر مقابل نظر کے لئے تو ضرور ہے۔ اور پیش نظر ہونے کے شرائط ضروریہ عادیہ سے قرب بھی ہے تو ہر چیز جو پیش نظر ہے قریب ہے۔ مگر ذرا اس کا خیال رہے کہ ایسا اثبات قرب آپ کو مفید نہیں۔ بر تقدیر اول عبارت راغب و کشاف و مدارک میں جو ''بین یدی'' کی تفسیر کی اس میں کہیں بھی اس قرب خاص کا پتہ ہے؟

اگر خدا انصاف دے تو خود راغب نے اسی عبارت منقول میں تحریر بدایوں کے بعد ''وعلی ھذا قولہ'' سے اپنی مراد قرب کھول کر آپ کا کھلا کھلا رد کر دیا تھا اسے چھپا جانا کون سا انصاف ہے؟ بلکہ اگر بالفرض ان تینوں نے بین یدی کی وہی تفسیر کی جو آپ کا مدعا ہے تو ان تین کی بات معتبر ہے یا اس کثیر جماعت کی جس نے صرف امام وقدام یا مقابل نظر سے بین یدی کو تفسیر کیا اور جس کا مؤید خود بکثرت آیات قرآن عظیم ومحاورات احادیث شریفہ وعرف علمائے عربیت ہے؟ ملاحظہ ہوں ''حق نما فیصلہ'' وغیرہ رسائل اہل حق، خاص کر جب کہ خود آپ کو بھی اقرار ہے کہ اگر چہ لفظ بین یدیہ بعض جگہ حسب موقع معنی قرب سے خالی اور محاذات پر دال ہوتا ہے جیسا کہ بعض آیات قرآنیہ میں بھی وارد ہو گیا ہے ہاں فرمائیے جب لفظ بین یدیہ آپ کے موافق اور مخالف دونوں معنوں میں مستعمل ہوتا ہے تو آپ کو بغیر نفی مخالف اس سے موافق پر استدلال کیسے بن آیا؟ کیا آپ کو نہیں معلوم ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال'' ہاں شاید آپ نے اپنے اس قول کو کہ ''لیکن یہاں پر اس امر کی کسی کتاب میں کوئی تصریح نہیں نفی مخالف سمجھا ہو''۔ مگر مہربان من یہ بخیر ہے اول تو یہاں فاتح شرح قدوری میں اسی بین یدیہ کی تفسیر ''ای بحذائہ'' موجود ہے اور اگر یہاں کسی کتاب میں تصریح ہونا بھی فرض کی جائے تو غایۃ مافی الباب یہ نفی تصریح ہوئی پھر نفی تصریح، تصریح نفی تو نہیں بلکہ اپنی سمجھ کے لائق یوں سمجھئے کہ موقع ذکر

اذان جمعہ میں اس بات کی تصریح ہونا کہ یہاں بین یدیہ اس قرب خاص سے مخصوص نہیں اس بات کی تصریح تو نہیں کہ یہاں بین یدیہ اس قرب خاص سے مخصوص ہے اور آپ جب تک اسے نہ ثابت کرلیں عبارت فقہا سے جن میں لفظ بین یدیہ وارد ہے آپ کا اس قرب مخصوص پر استناد نرا خرط القطاد ہے اور یہ بھی لطیف تر فرمایا بلکہ عبارات مذکورہ کتب فقہ سے قرب منبر حسب محاذات اہل عرف مستفاد ہے۔

اقول:۔قرب منبر سے مراد مطلق قرب ہے جو ایک معنی بین یدیہ میں لغۃً عرفاً ہر طرح ملحوظ ہے۔ یا وہ قرب مخصوص بدایونی کہ محل نزاع ہے؟ بر تقدیر ثانی آپ کی مراد یہ ہوئی کہ اگرچہ فقہانے ذکر اذان جمعہ میں جو بین یدیہ فرمایا اس میں اس کی اصلا تصریح نہ کی کہ یہاں یہ بدایونی قرب مخصوص مراد ہے مگر خواہی نہ خواہی مستفاد یہی قرب ہے جو حسب محاذات اہل عرف یعنی اہل بدایوں ہے۔ کہئے اس کی کچھ سند بھی ہے یا محض آپ کے کہہ دینے سے ہی مستفاد ہے؟

اولا:۔ جناب یہ تو بتائیں کہ فقہانے کن کن مواقع میں عبادت بدنیہ کو اس طرح محاورات اہل عرف پر محمول چھوڑا ہے جیسے یہاں باب الجمعہ میں آپ کا ادعا ہے۔

ثانیا: ۔کیوں جناب عبارت تو فقہا کی اور اس کے معنی مراد کی طلب کی جائے آپ کے اپنے عرف مزعوم سے۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ شرعا صفوف میں امام سے قرب مقصود ہے؟ اور قرب بھی کیسا خود شرط صحت اقتدا و صحت نماز مقتدیان ہے۔ پھر شرع مطہر نے اس قرب کی حد صحرا میں اس قدر رکھی کہ اگر دو صفیں بھی درمیان ہو سکیں تو اقتدا ناجائز اور نماز باطل۔تو ڈھائی گز کی دوری بھی بعد مانی۔ اور مسجد میں سو گز کی بھی مانع نہیں کہ شرع نے مسجد کو بقعۂ واحدہ مانا ہے۔ حالانکہ اہل عرف قطعا اس ڈھائی گز کی دوری کو جسے شرع مطہر نے بعد مانا قرب مانتے ہیں اور اس کے مقابل سو گز کی دوری کو جسے شرع مطہر نے قرب مانا بعد سمجھتے ہیں۔ وہ کونسا عرف ہے جو کہے کہ چیز سو گز فصل پر ہو تو نزدیک ہے اور ڈھائی گز پر ہو تو دور ہے؟ جب نظر شرع اور نظر اہل عرف میں اس قدر بون بعید ہوا کرتا ہے

آپ یہاں کیسے قرب شرعی کو اپنے عرف کے محاورے پر محول کئے دیتے ہیں؟ تو اب جبکہ آپ کی یہ بنا ہی فاسد ہوگئی تو اس پر یہ چنائی چنی کہ اب قرب سے یہاں وہی قرب مراد ہوگا جو معمول علمائے اہل سنت و جماعت ہے۔ وہ کب سالم رہ سکتی ہے۔ فقہا نے لفظ بین یدی اذان خطبہ میں استعمال کیا۔ آپ کے بقول خود انہوں نے تو اپنے معنی مراد کی کوئی تصریح کی نہیں۔ مگر آپ نے اس کو اس قرب پر محمول کیا جو منبر کی آنچک کے آگے نہ بڑھے۔ اور اس کو محاورۂ اہل عرف سے مستفاد مانا ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے کہ فقہا کے معنی فقہا سے ہی لئے جائیں گے نہ محض میرے اور آپ کے محاورہ سے تو یہاں اہل عرف کی آڑ لینی ہی غلط محض ہے۔ اور جب سرے سے اپنے عرف مزعوم سے یہاں استناد ہی غلط ہے تو اب اگر بعض علما نے کسی وجہ سے بقول آپ کے اس محاورۂ اہل عرف کی پیروی کی بھی تو وہ شرع مطہر میں کیا حجت ہے؟ اس پر یہ ظلم کہ جو شرع میں حجت نہیں اسے خود شرع پر حجت قرار دینا خیال تو فرمایئے کیا معنی رکھتا ہے؟ آپ تو پیرایہ کی عبارت بنا لیتے ہیں۔ اس کا حکم سمجھنا کیا دشوار ہوگا؟ بر تقدیر اول آپ کے کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ اگر چہ بین یدیہ فی نفسہ مفید قرب نہیں مگر عرفا اس سے ایک نوع قرب مستفاد ہوتی ہے یہ قرب اگر چہ بہت وسیع ہے جس سے اذان داخل مسجد ہونے کی بھی تعیین ناممکن نہ کہ متصل منبر۔ مگر معمول علمائے اہل سنت سے اس قرب خاص کی تعیین ہوگی۔ معمول علمائے اہل سنت کیا ہے یہی متصل منبر؟ چنانچہ عبارت عالمگیری اس پر نص ہے اس کلام کی ابتدا سب اچھی اور حق کو قبول کرتی گئی مگر خاتمہ کے بند نے ابتدا انتہا سب بگاڑ دی یوں کہ اس قرب مخصوص کو معمول علمائے اہل سنت بنانے کی دلیل عبارت عالمگیری ''بذلک جری التوارث'' (فتاوی عالمگیری جلد اول ص:۱۴۹) پیش کرنا ضرور دور ہے اور یہ دور دونوں تقدیروں پر یکساں وارد ہے۔ سنئے عبارت فقہا میں لفظ بین یدی المنبر سے معنی مراد کی تعیین اس قرب مخصوص میں بقول آپ کے اس وجہ سے ہوئی کہ وہ علمائے اہل سنت کا معمول ہے اور اس معنی کے علمائے اہل سنت کے معمول ہونے کا کیا ثبوت؟ یہ کہ عالمگیری نے کہا ''بذلک

جری التوارث ‘‘(فتاوی عالمگیری جلد اول ص:۱۴۹)اور بذلک سے عالمگیری نے کیا مرادلیا؟ خود آپ کے فتوے کی عبارت منقولہ میں ہے’’بین یدی المنبر ‘‘۔تو اس قرب مخصوص کا معمول علمائے اہل سنت ہونا اس پر موقوف کہ لفظ’’بین یدی المنبر‘‘ جس کی طرف عالمگیری نے بذلک سے اشارہ کیا اس کے یہی معنی ہوں اور اس کے یہی معنی ہونا اس پر موقوف کہ یہی علمائے اہل سنت کے معمول رہے ہوں۔ کہئے یہ دور ہوا کہ نہیں؟ کہئے اثبات حق کے لئے ایسے ہی دلائل پیش کئے جاتے ہیں؟ مولوی فاضل صاحب اگر واقعی آپ کو علم و فضل سے تھوڑا بہت بھی حصہ ملا ہو تو دیکھئے آپ کی وہ تحریر جسے آپ نے اہل حق کی تحقیق بتایا۔اور جس کے خلاف عمل کرنے والوں کو فریب و چکر میں پھنسا ہوا بتایا اس کی کیا حالت ہے؟ وہ دیکھئے صدر فتوی بدایونی کا وہ حکم کہ اذان ثانی جو وقت خطبہ روبرو امام کے دی جاتی ہے قریب منبر داخل مسجد ہونا چاہئے اور اس کی وہ جبروتی سند کہ عبارات کتب فقہ حنفی سے یہ امر واضح ہو رہا ہے۔ پھر دوسرے ہی جملہ میں عبارات جا کر صرف یہ رہا کہ فقہائے حنفیہ نے متعدد پیراؤں سے اس امر کو اس طرح بیان کیا ہے الخ۔ پھر اس پر وہ سلف و خلف کے مسلک ہونے کے دعوے۔ دیار و امصار عرب و عجم و عراق و روم و شام وغیرہ میں ادعائے توارث قدیم۔حرمین شریفین زادھما اللہ شرفا و تعظیما میں ہمیشہ سے اسی کا معمول بہ ہونا۔ کسی روایت فقہی اور کسی صریح روایت حدیث سے خلاف کا نہ ثابت ہونا۔غرض اپنے نزدیک جو توثیق اپنے جواب کی کر سکتے تھے وہ سب ہی تو کر لی مگر یہ زبانی دعوے تھے اب جو عبارت کتب پیش کرنے کا وقت آیا تو اول تو دعوی ہی سے پہلے عام رہا۔ پہلے داخل مسجد پر ادعائے توارث وغیرہ تھا اب صرف یہ رہا کہ فقہائے کرام برابر بلانکیر تصریح فرما رہے ہیں کہ اذان ثانی قریب منبر دی جائے اس قید دخول کے بظاہر اڑا دینے کا جو منشا ہے اہل نظر سے مخفی نہیں۔ پھر اس پر چار ضدیں پیش کیں جن میں قریب المنبر اذان ہونے کا تو ایک میں بھی ذکر نہیں۔ ہاں تین میں تو بین یدیہ اذان دئے جانے کا ذکر ہے بھی اور ایک میں تو سرے سے اس کا کچھ ذکر ہی نہیں کہ اذان کہاں دی جائے۔

صرف یہ ذکر ہے کہ بیع کب سے مکروہ ہے بعض نے فرمایا اذان منبر کے وقت سے بعض نے فرمایا نہیں بلکہ اذان علی المنارہ کے وقت سے۔اور اصح یہ ہے کہ اذان جو بعد الزوال ہے اس وقت سے بیع مکروہ ہے خواہ وہ منبر والی اذان ہو یا منارہ والی،اس میں اگر چہ کہیں بھی اس کا حکم نہ فرمایا تھا کہ اذان کہاں دی جائے۔مگر بدایونی تحریر نے عدد زیادہ دکھانے کے لئے اسے بھی سند بنالیا مگر چونکہ ان میں سے بھی کسی میں اذان **قریبامن المنبر** کا ذکر تک نہیں تھا لہذا اب خود لفظ **بین یدیہ** میں ادعا کیا کہ وہ باعتبار حقیقت عرفی قرب پر دلالت کرتا ہے۔اور اس پر تین عبارتیں سند میں لائے جن میں سے عبارت راغب کا اپنے ناموافق ٹکڑا حذف کر دیا حالانکہ وہ ان کے منقولہ ٹکڑے کی وضاحت کر رہا تھا مگر اپنے ناموافق پاکر اسے حذف کر دیا جس سے مل کر عبارت راغب قطعاً ان کے مقصود اصلی قرب مخصوص داخل مسجد کے مخالف ہوگئی اور ان دونوں بقیہ عبارتوں میں بھی ان کے مقصود کا کہیں پتہ نہیں لہذا اب ان سے بھی نہ بنتی دیکھ کر اپنی فرضی عدم تصریح کو تصریح عدم ٹھہرا کر **بین یدیہ** میں حسب محاورات اہل عرف وہی قرب مستفاد مانا جو اپنا مقصود ہے پھر اسی کو معمول علمائے اہل سنت بتا کر عبارت عالمگیری سے اس پر سند لائے جس نے یہ درمیان کے ادعائے حقیقت عرفی کے مرحلے طے کئے کرائے چھوڑا کر پھر وہی **بین یدیہ** کا **بین یدیہ** پر پہونچادیا۔غرض **بین یدیہ** کا اسی قرب مخصوص میں منحصر ہونا۔یا کم از کم عبارات فقہ میں وہی قرب مخصوص مراد ہونا کسی طرح سے نہ ثابت ہونا تھا نہ ہوا۔کہیے یہی وہ تحقیق اہل حق ہے جس کی بنا پر آپ نے عاملین سنت کو فریب و چکر میں پھنسا ہونا بتایا؟ **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

تحریر بدایوں میں ہے۔''نیز عند بھی قریب کے لئے ہے''۔

عندکی وضاحت

اقول:۔آپ کو اس اذان کے داخل مسجد ثابت کرنے کے لئے اگر عند اور علی اور بین یدیہ میں کوئی کچھ کام دے سکتا تھا تو وہی بین یدیہ کہ اسی کے معنی آپ کہیں سے وہی

قرب مخصوص ثابت کر لیتے تو آپ کو مفید ہوتے۔ سو وہ تو آپ نے ہر چند ثابت کرنا چاہے نہ ہونا تھے نہ ہوئے۔

اولا: آپ نے عند کے متعلق اس کا بھی لحاظ کیا کہ وہ آپ کی منقولہ عبارت عالمگیری میں اس اذان کے لئے کہاں استعمال ہوا ہے؟ سنئے وہ صرف ایک پتے میں استعمال ہوا ہے کہ بیع کون سی اذان سے مکروہ ہے؟ سعی کون سی اذان سے لازم ہے؟ بعض علمانے اس میں یہ بھی فرمایا ہے **عند اذان المنبر** پھر کیا پتہ دیتا اس پتا دی ہوئی چیز ہی کو طریقۂ مسنونہ ومطلوبہ بتاتا ہے جو آپ کے مدعا کی دلیل ہو؟ بلکہ مسنون بتانا درکنار اس سے نفس جواز کا اثبات دشوار ہے۔ کیا آپ نے حق نما فیصلہ دیکھا کیا اس میں صاف صاف نہیں ثابت کر دیا تھا؟ پتا دینا ہرگز جواز پر حکم دینا نہیں ہوتا خیر جب نہیں تو اب سہی۔ ذرا فرمایئے تو ایک مجمع میں بادشاہ اور قاضی، امرا اور مفتی واہل دربار دیگر حضار حاضر ہوں ایک شخص جو بادشاہ سے ناواقف ہو مفتی صاحب سے پوچھے کیوں جناب ان میں بادشاہ کون ہے؟ وہ فرمائیں وہ جو سونے کا تاج پہنے کھڑا ہے۔ تو کیا یہاں ان مفتی صاحب نے بادشاہ کے لئے سونے کا تاج پہننا جائز قرار دیا؟ سب میں زیادہ یہ کہ اکابر علما میں سے امام نووی نے شرح صحیح مسلم وعلامہ طاہر نے مجمع بحار الانوار میں فرمایا کہ ''**العلامة تکون بحرام و مباح**'' پتہ جائز وناجائز دونوں طرح کی باتوں سے دیا جاتا ہے تو جب عبارات علما میں عند پتہ ہے اور پتہ جائز وناجائز دونوں سے ہوتا ہے پھر آپ اس سے جواز پر دلیل نہ لا سکتے نہ کہ بکمال تحکم اس سے اسی طریقہ کے سنت ہونے پر استدلال کر رہے ہیں۔

ثانیا:۔ عند اگر قرب پر دلالت بھی کرے تو ظاہر ہے کہ مطلق قرب تو آپ کا مقصود نہیں۔ رہ گیا وہ قرب مخصوص سو علمانے کہاں فرمایا کہ عند اس قرب مخصوص پر دال ہے؟ اور دال ہو بھی تو بھی آپ کو مفید نہیں جب تک کہ آپ عند کا اسی قرب مخصوص میں منحصر ہونا یا کم از کم اس عبارت فقہا میں اس کا اسی قرب میں مستعمل ہونا ثابت نہ کر دیں۔

ثالثا:۔ عند اگر قرب پر دلالت کرے گا تو یونہی تو کہ مابعد عند کو ماقبل سے قرب

ہو۔ پھر آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ آپ کی منقولہ عبارت میں مابعد عند کیا ہے اور ماقبل عند کیا ہے؟ سنئے آپ کی منقولہ عبارت میں ماقبل عند وجوب سعی وکراہت بیع اور مابعد عند اذان منبر ہے۔ تو عبارت کے معنی یہ ہوئے کہ وجوب سعی وکراہت بیع اذان منبر سے قریب ومتصل ہے۔ کہیے اس میں اذان کو منبر سے قرب مکانی کہاں سے نکالا۔ اذان کو منبر سے قرب اگر ہوتا تو جب ہوتا کہ عند منبر پر داخل ہوتا سبحن اللہ عند داخل تو ہوا اذان پر وجوب سعی اور کراہت بیع کے بعد۔ اور اذان بجائے وجوب سعی وکراہت بیع سے متصل ہونے کے مل جائے جا کر منبر کی گگر سے۔

رابعا:۔ اگر خدا انصاف دیتا تو یہیں سے عبارت علما کے معنی واضح تھے ان کی عبارت میں عند قرب مکانی کے لئے مستعمل ہی نہیں ہوا جو آپ اذان کو منبر سے گز ڈیڑھ گز کر لینے پر اس سے استدلال کریں بلکہ ان کی عبارت میں عند وقت کے لئے آیا ہے۔ یعنی اذان منبر ہونے کے وقت سے بیع مکروہ، سعی واجب ہے اور غیر ذالک کہ قطعا وہاں بحث اسی کی تھی کہ کب سعی واجب، بیع مکروہ ہوتی ہے۔ ردالمحتار میں ہے ''(ووجب سعی)لم یقل افترض مع انه فرض للاختلاف فی وقته هل هو الاذان الاول او الثانی او العبرة لدخول الوقت؟ بحر. و حاصله ان السعی نفسه فرض و الواجب کونه فی وقت الاذان الاول'' (ردالمحتار جلد سوم ۳۸) دیکھئے بحث وقت وجوب سعی وغیرہ میں تھی اسی میں علما نے وہ اختلاف ذکر کیا جو آپ نے عالمگیری سے لکھا تو وہاں عند قطعا ظرف زمان مستعمل ہے کہئے اتصال وقرب زمانی سے اتصال قرب مکانی ثابت کرنا کونسا انصاف ہے؟ یہ آپ کا خواہ مخواہ عند کو یہاں قرب مکانی میں مستعمل سمجھنا کلام کو اس کے معنی مقصود سے دور پھینک دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ باقی رہا لفظ علی اس کی بحث عنقریب عرض کرتا ہوں۔ بتوفیقه جل وعلا۔

تحریر بدایوں میں ہے:۔ فارسی اور اردو زبان میں اس کا ترجمہ نزد و پاس ہوتا ہے۔

اقــول:۔جی ہوا کرے کہ عند حضور کے لئے تو ہے ہی اور حضور ایک نوع قرب ضرور ہے۔

اسی میں ہے:۔کہ مبسوط میں ہے''**عـنـد عبـارة عن القرب**''مفردات امام راغب میں ہے''**عندلفظ موضوع الی قوله و المنزلته**''۔

اقــــول:۔اوراصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی ومتن تنقیح وشرح توضیح امام صدرالشریعہ وتلویح امام تفتازانی وتحریرامام ابن ہمام وتقریرامام ابن امیر الحاج ومتن منار و شرح کشف الاسرار وغیرہ میں تصریحاوتقریراعند کے معنی صرف حضور ہیں۔اوررضی شارح کافیہ وغیرہ علمائے عربیت نے تصریح کی ہے کہ عندقریب اوربعید دونوں کے لئے ہے۔خود قرآن عظیم میں وہ ان دونوں محاوروں پر مستعمل ہے۔ملاحظہ ہوحق نما فیصلہ وغیرہ رسائل اذان۔پھراگروہ مفردات وغیرہ کی تفسیران سے منافی سمجھیں تو مبسوط مفردات کا کہنا معتبر ہے یااس جماعت کثیر کا جس کی تائید خودقرآن کریم سے ہے؟اورغور کیجئے تو دونوں معتبر ۔اور دونوں آپ کے مضر۔ایک نے قرب کہا اور ایک نے حضوراور حضور ایک نوع قرب ضرور ہے۔اصل یہ ہے کہ آپ اپنا مدعا بھول گئے یاد کر لیجئے کہ آپ کا مدعا صرف اثبات مطلق قرب نہیں۔بلکہ قرب مخصوص ہے جوداخل مسجد سے اذان کو باہر نہ آنے دے۔آپ اس کو ثابت کیجئے ورنہ مطلق قرب آپ عنداور بین یدیہ میں اگر دو ہزار عبارتوں سے بھی ثابت کرلیں تو نہ آپ کومفید نہ ہم کومضر۔بلکہ ہمارے اسی ایک جزء دعوے کا اثبات ہے ۔**کما لا یخفی**۔

تحریر مذکور میں ہے:۔بعض فقہائے کرام نے بعدقول **عـنـد المنبر** کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے**ای قریبا منه کما فی جامع الرموز وغیرہ**۔

اقول اولا:۔آپ نے توایک بھی قول فقہائے کرام کاایسانہ پیش کیاجس میں **عند المنبر** کالفظ تک ہو۔یہ بحث تو علیحدہ رہی کہ وہ پتے میں ہے یاحکم میں۔

ثـانیا:۔آپ نے یہ تو کہہ دیا کہ بعض فقہائے کرام نے بعدقول **عـنـد المنبر**

کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے ای قریبا منه کما فی جامع الرموز وغیرہ ۔کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ کن فقہائے کرام نے کس جامع الرموز میں بعد قول عندالمنبر کے اس کی تفسیر قریبا منہ سے کی ہے؟

ثالثا :۔آپ جامع الرموز میں اذان ثانی کے بارے میں لفظ **عند المنبر** ہی دکھایئے ؟ اور نہ دکھا سکتے اور ہم کہے دیتے ہیں کہ آپ ہرگز نہ دکھا سکیں گے! تو آئندہ سے ایسے بے سوچے سمجھے بے دیکھے بھالے غلط حوالے دینے سے باز آیئے۔

رابعا :۔پھر آپ نے نرا جامع الرموز کا غلط حوالہ دیدیا بلکہ اس کے ساتھ وغیرہ کو بھی لے لیا۔ثبوت دیجئے کہ کس وغیرہ نے **عند المنبر** کے کہہ دینے کے بعد اس کی تفسیر **قریبا منه** سے کی ہے؟ بلکہ یہاں نرا **قریبا منه** ہی اذان جمعہ کے بارے میں کسی وغیرہ سے دکھایئے؟

خامسا:۔کیا واقعی آپ اپنا مدعائے اصلی بھولے ہوئے ہیں؟ یا واقع میں آپ نے اپنا مدعائے اصلی وہی قرار دے لیا کہ فقہائے کرام برابر بلانکیر تصریح فرما رہے ہیں کہ اذان ثانی قریب منبر دی جائے جس میں بظاہر قید دخول مسجد کی نہیں ہے؟ اگر واقعی اب آپ کا مدعا نرا اثبات قرب ہے اور قید دخول اس میں معتبر نہیں تو پھر صاف صاف اس کا اقرار فرمایئے؟ اور اپنے صدر فتوی سے جو آپ نے لوگوں کو ایک غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے ان کو اس سے نکالئے؟ اور اگر وہ قید دخول صرف بظاہر محذوف و بباطن ملحوظ ہے تو پھر بار بار آپ کی یہ قرب قرب کی پکار کیا معنی رکھتی ہے؟ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ خود قرب ایک معنی اضافی ہے؟ وہی محاورات اہل عرف جن کو آپ فقہا پر حاکم بنانے چلے ہیں انہیں کو دیکھئے ۔کیا خود آپ نے ہی اپنی عمر میں بارہا نہ کہا سنا ہوگا ؟ کہ بدایوں سے بریلی قریب اور بمبئی دور ہے اور بمبئی قریب ہے اور مکہ معظّمہ دور ہے۔ بلکہ خود بدایوں میں مدرسہ قادریہ سے جامع مسجد قریب ہے اور اسٹیشن دور۔ **الی غیر ذلک من المقولات** ۔کیا اب بھی آپ کو نہ کھلا کہ قرب خود ایک معنی اضافی ہے؟ اور ان میں آپ کا مقصود وہ قرب خاص جو

مسجد سے اذان کو باہر نہ نکلنے دے۔ فصیل پر نہ جانے دے۔ تو آپ کو فقہا کے مقصود قریب اذان من المنبر میں انہیں کے مستند سے ثبوت دینا تھا؟ کہ آپ کو مؤید ہوتا جو آپ نے سوائے زبانی جمع جز چون کے اب تک نہ دیا۔

تحریر مذکور میں ہے:۔بعض فقہائے کرام نے اس قرب کی اس قدر تاکید فرمائی کہ لفظ علی المنبر سے تعبیر کیا کما مر نقلا عن الھندیۃ۔

اقول اولا:۔لفظ علی المنبر سے اگر آپ کا مقصود ثابت بھی ہوتا جب بھی اس کا جواز شرعی اس عبارت ہندیہ کے لفظ علی المنبر سے نہیں نکلتا کہ وہ پتہ ہے اور پتہ جائز و ناجائز دونوں سے ہوتا ہے کما مر نقلا عن الاما م النووی ومجمع بحارا لانوار۔

ثانیا:۔آپ کتنا ہی چھپائیں مگر ہم آپ کی وہ حکمت جان ہی گئے جس سے آپ نے علی المنبر سے انہیں مقصود قرب پر استدلال ایسے لفظوں سے کیا ہے۔ بین یدیہ اور عند المنبر جنہیں اس قرب خاص کا پتہ تک نہیں ان میں تو وہ کچھ زور وشور کہیں ادعا ہی حقیقت عرفی کہیں ادعائے توارث۔ اور یہاں باوجود اس کے کہ صراحۃ لفظ علی المنبر دیکھیں اور مؤذن کو خاص منبر پر نہ چڑھوا دیں۔ کچھ تو ہے جس کی اتنی پردہ داری ہے؟ خیر اس کی تو جو وجہ ہے وہ اہل نظر پر مخفی نہیں۔ جس کو خود تحریر بدایوں کا طرز استدلال پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

مگر اولا:۔آپ یہ تو فرمائیں کہ آپ کا وہ قرب مخصوص جس کو آپ فقہا کا لفظ علی المنبر سے تاکید فرمانا بیان کررہے ہیں وہ لفظ علی کے معنی حقیقی میں یا مجازی یا صرف آپ کے مقرر کردہ معنی میں ہے؟ شق اول وثانی میں کس معتمد نے کہاں تصریح کی ہے کہ لفظ علی کے معنی حقیقۃ یا مجازا آتے ہیں؟ شق ثالث میں آپ کی مقرر کردہ اصطلاح آپ کو ہی مبارک ہے اپنی اصطلاح کو آپ فقہا پر کیوں حاکم بنارہے ہیں؟ بلکہ یہاں تو یہ اصطلاح خود ساختہ فقہا پر حاکم بنانا اتنا مفید بھی نہیں کہ یہ لفظ علما نے صرف پتہ دینے میں

فرمایااس سے تو یہی بہتر ہوتا کہ آپ لفظ بین یدیہ کے معنی اپنی اصطلاح میں مقرر کر کے فقہا پر حاکم کر دیتے چلئے۔ بے تکلف اذان مسجد کے اندر ہو جاتی۔

ثانیا:۔آپ نے جانا بھی کہ علی کے حقیقی معنی صرف استعلا حقیقی حسی ہی نہیں جو آپ نے یہاں نہ بنتے دیکھ کر یہ خود ساختہ علی کے معنی مقرر کئے۔ بلکہ علی کے اور بھی معنی حقیقی علما نے بیان فرمائے ہیں جو قطعا یہاں بنتے ہیں۔اور جب تک حقیقت بنتی ہو کلام کو مجاز پر بھی محمول کرنا ناجائز **کما بین فی الاصول** نہ کہ کلام علما میں بے دلیل محض اپنی خود ساختہ اصطلاح لے کر چلنا۔ سنئے علی کے اصل حقیقی معنی لزوم ہیں۔کشف امام بخاری میں ہے "**اما علی فللالزام باعتبار اصل الوضع**" ۔تحریر امام ابن الہمام وتقریر امام ابن اسیر الحاج میں ہے "**و ھو ای اللزوم ھو المعنی الحقیقی**"اور شک نہیں کہ یہ اذان اگر چہ خارج مسجد ہو مگر ہمیشہ لازم و ملازم منبر ہے ۔اسی طرح علی کے ایک معنی حقیقی مصاحبت کے بھی ہیں الاتقان فی علوم القرآن میں ہے۔**علی حرف جر له معا ن ثانیها المصاحبة کمع نحو ﴿واتی المال علی حبه﴾** (پارہ۲/سورۂ بقرہ۲ آیت ۱۷۷) **ای مع حبه و ان ربک لذو مغفرة للناس علی ظلمهم** کیا اس اذان اور منبر کا ساتھ نہیں۔کیا دونوں کا وقت ایک نہیں۔تو جب علی کے یہ دونوں معنی حقیقی یہاں بنتے ہیں اس وقت تک علی اپنے معنی حقیقی ہی پر محمول اور آپ کا اس کو اپنے قرب خاص کی تاکید کے لئے ایک خود ساختہ معنی میں حمل کرنا قطعا مردود ومخذول۔

ثالثا :۔اس اذان عند المنبر یا علی المنبر کے معتبر ماننے والے اس کی دلیل یہ بتاتے ہیں کہ "**ھو الذی کا ن علی عھد رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم و ابی بکر و عمر رضی الله تعالی عنهما**" ۔زمانہ رسالت وخلافت میں یہی اذان تھی ۔کیا زمانہ رسالت وخلافت میں خاص منبر پر اذان ہوتی تھی اسے تو خود آپ نے بھی نہ مانا۔ولہذا فرمایا کہ بعض فقہاء کرام نے اس قرب کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ لفظ علی المنبر سے تعبیر کیا آپ نے بھی علی کو استعلاء منبر پر محمول نہ کیا بلکہ اپنے اس قرب

خاص پر۔ آخر اس تاویل کا منشا کیا ہے۔ یہی نہ کہ زمانہ رسالت وخلافت سے حقیقت استعلاء یعنی منبر پر اذان ہونے کا ثبوت نہیں تو اس آپ کے اتصال منبر کا کب ثبوت ہے **بین یدیه علی باب المسجد** کا ہے جو بمعنی مراد اہل حق خارج مسجد ہے تو کیا ہر عاقل متدین کے نزدیک واجب نہ ہوا کہ علی ہو یا عند ہر ایک اسی معنی ثابت پر محمول ہو۔ **ولکن الانصاف قد عز فی الاخلاف۔**

تحریر مذکور میں ہے جب فقہائے کرام حنفیہ تصریح فرما رہے ہیں کہ اذان قریب منبر ہو۔

اقول ۔جیسی کچھ انہوں نے تصریح کی اور جس قرب کی تصریح کی وہ ظاہر کیا جا چکا بعون اللہ تعالیٰ۔ اسی میں ہے۔ اور اسی کو متوارث لکھ رہے ہیں۔ اقول جی کس قرب کو۔ اس قرب کو جو عند الشرع اس اذان میں معتبر ہے تو ہماری سر آنکھوں پر۔ یا آپ کے قرب مخصوص کو۔ سو اس کو متوارث لکھنا درکنار آپ ابھی تک یہی ثبوت نہ دے سکے کہ انہوں نے اس کو ایک جگہ بھی لکھا ہو۔ بلکہ انہوں نے صراحۃً اس کا رد فرمایا ہے **کما مر نقلا عن الاتقانی و الفتح** وغیرہما۔ تحریر مذکور میں ہے۔ یہی متوارث عن قدیم الزمان بالفعل یہی عامہ بلاد اسلامیہ میں شایع ومعمول ومقبول علمائے محققین اہل سنت و جماعت ہے کہ اذان خطبہ **بین یدی الخطیب قریبا من المنبر** داخل ہوتی ہے۔

کیا پرانے زمانے سے اذان جمعہ مسجد میں ہوتی تھی؟

اقول :۔اب وہ داخل مسجد کی قید بظاہر مصلحۃ محذوف پھر بالفعل عامہ بلاد اسلامیہ سے ادعائی سند دینے کا ذرا سا سہارا پا کر میدان میں آ گئے۔

مگر اولا :۔فرمایئے تو متوارث عن قدیم الزمان آپ نے اپنی اصطلاح میں کسے مقرر کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے پوچھتا ہوں کہ ابھی آپ علی کے ایک معنی اپنی طرف سے مقرر کر ہی چکے ہیں۔ فرمایئے متوارث عن قدیم الزمان کے وہی معنی ہیں جو علمائے اہل

سنت نے لئے کہ زمانۂ رسالت سے زمانۂ موجودہ تک ایک امر برابر چلا آتا ہو وہ ہی امر متوارث عن قدیم الزمان شرعا ہے۔یا آپ کے کوئی اصطلاحی متوارث عن قدیم الزمان کے معنی اور ہیں۔

ثانیا :۔آپ کا اصطلاحی ہے آپ کو یہی مبارک ہے۔اول میں زمانۂ رسالت سے چلئے وہ دیکھئے حدیث ابی داؤد شریف میں ہے کہ اس پاک مبارک زمانہ میں یہ اذان باب المسجد پر ہوتی تھی جو قطعا آپ کے مراد پر داخل مسجد نہیں ۔زمانہ خلافت راشدہ میں دیکھئے تو بھی یہ اذان خارج مسجد ہی ہوتی تھی۔زمانۂ ائمہ سے دیکھئے تو امام شیخ الاسلام علی اسبیجابی سے لے کر اصحاب فتاوی عالمگیریہ تک تصریح فرمائی کہ اذان داخل مسجد نہ ہو۔ بلکہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی تک عمدۃ الرعایہ میں سنت اسی بتارہے ہیں کہ یہ اذان مسجد سے باہر ہو۔کہیے اب وہ آپ کا ''توارث عن قدیم الزمان '' کہاں گیا۔اب رہ گیا عامۂ بلاد اسلامیہ میں اس کا شائع ومقبول علماء محققین ہونا تو جب آپ کے نزدیک یہی دس بیس آپ کے دیکھے بھالے شہر عامہ بلاد اسلامیہ۔اور یہی آپ کے جانے بوجھے دو چار عالم علماء محققین رہ گئے ہیں تو واقعی انمیں تو ضرور یہ اذان اسی طرح رائج ہے جیسے آپ کہتے ہیں زیادہ سے زیادہ اور آپ اپنے سے دو چار پشت اوپر کا ثبوت دے سکیں۔اس سے زائد تو ابھی تک آپ نے کوئی ثبوت نہیں دیا اور نرا آپ کا زبانی ادعا کیا حجت ہے اب آپ کا اسی ادعاء غلط پر یہ چنائی چننا تو اسکو بیرونی دروازہ نکال کر دور پھینک دینا عقل سلیم کے نزدیک خلاف تحقیق وتقلید ائمہ حنفیہ معلوم ہوتا ہے۔بناء باطل علی الباطل ہے۔ذرا یہ تو ارشاد ہو جائے کہ یہ بیرون دروازہ نکال کر دور اسے کس نے پھینکا۔یہاں کس نے کہا۔کہاں کہا کہ اذان دروازہ سے بھی باہر نکال کر دور پھینک دیئے جانے کا حکم ہے جسنے یہ کہا ہو اس سے کہیے کہ خلاف تحقیق وتقلید ائمہ حنفیہ معلوم ہوتا ہے وہ قائل جائے اور آپ۔ہم نے نہ یہ کہا نہ ہم پر آپ کا یہ خلاف تحقیق وخلاف تقلید کہنا وارد ہم نے جو کہا ہے یعنی اس اذان کا خارج مسجد بمعنی موضع صلاۃ ہونا سو وہ تو بفضلہٖ تعالی نہ خلاف تحقیق ،نہ

خلاف تقلید ائمہ حنفیہ۔ بلکہ عین تحقیق وعین تقلید ائمہ حنفیہ ہے جس کا وضوح ورسائل اہل حق میں بفضلہٖ تعالیٰ خوب ہو چکا۔ اور اس مختصر میں بھی بقدر کافی گزر چکا۔

تحریر مذکور میں ہے جواذان کہ صحن مسجد بلکہ دروازۂ مسجد کے باہر ہو گی اس پر محاورۂ عرب میں **عند المنبر قریبا من الخطیب** کا ہرگز اطلاق صحیح نہیں۔

اقول:۔ دروازہ سے بھی باہر اس اذان کا ہونا نہ ہم نے لازم کیا نہ ہمیں یہاں اس پر ان اطلاقوں کے حسب محاورۂ عرب صحیح ثابت کرنے کی ضرورت۔ مگر ہاں صحن مسجد سے باہر حدود مسجد میں جواذان ہو اس پر ''**عند المنبر قریبا منه**'' کا اطلاق آپ کے عرف مخصوص کے قرب مخصوص پر نہ صحیح ہو مگر عرف عرب میں ضرور صحیح ہے۔ خود آپ کو اقرار ہے کہ جیسے عند اور قریبا منہ قرب پر دال ہیں اسی طرح بین یدیہ بھی جبھی تو آپ کے بقول فقہا نے ان الفاظ سے قرب بین یدیہ کی تاکید کی پھر دیکھئے اذان باب المسجد پر ہو اور خود صحابی اہل زبان سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے **بین یدیه** کہیں کیا یہ صحابی آپ کے نزدیک عرب نہ تھے؟ کیا ان کا محاورہ محاورۂ اہل عرب نہ تھا؟ اور جب وہ قطعاً عربی اور ان کا محاورہ قطعاً محاورۂ عرب، اور وہ باب المسجد پر اذان کو **بین یدیه** کہیں کہیے اب بھی کچھ شک رہا کہ محاورۂ عرب میں عند اور قریبا منہ دونوں کا اطلاق **اذان علی باب المسجد** پر صحیح ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ﴿**اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی**﴾ الآیۃ۔ (پارہ ۲۶ سورۂ حجرات ۴۹ آیت ۳) (بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا) کیا جب حضور منبر پر تشریف فرما ہیں تو آپ اجازت دے سکتے ہیں کہ ایک شخص عین مواجہہ اقدس میں صحن مسجد شریف سے خارج کھڑے ہو کر چلائے۔ کہ نہ چلانے کا حکم تو ''**عند رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم**'' تھا۔ اور عند کی حد آپ کے بقول صحن مسجد کے اندر اندر بلکہ منبر کی لگر سے گز ڈیڑھ ہی گز ہے۔ مقصود شرع مطلقاً مواجہہ اقدس میں چلانے سے منع کرنا ہے یا دو گز چار گز

کی دوری سے؟ کیا آپ اس دوری کی تعیین کر سکتے ہیں؟ چوب دار جس کی رسائی دروازۂ سلطانی سے آگے نہیں اگر بحکم سلطانی کسی کو بلانے جائے تو کیا نہیں کہتا کہ ''**جئت من عند الملک**''میں بادشاہ کے پاس سے آیا ہوں۔ کیا اس کا یہ کہنا غلط ہوگا کہ دردولت و تخت کا فاصلہ دروازۂ مسجد و منبر سے بھی زائد ہے۔ کیا ایک مکی کے باب السلام سے سوگز فاصلہ پر رہتا ہوا اپنے مکان کا پتہ یوں نہیں بتاتا کہ **عند باب السلام**۔ باب السلام کے پاس ہے کیا آپ ثبوت دے سکتے ہیں کہ یہ محاورات اہل عرب کے محاورات پر غلط ہیں رب عزوجل نے فرمایا ﴿**وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ**﴾ (پارہ ۲۲ سورۂ سبا ۳۴ آیت ۵۱) (یعنی اور کسی طرح تو دیکھے جب وہ گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے) اس مکان قریب کی تفسیر مدارک میں دیکھئے کہ فرمایا''**و اخذوا (من مکان قریب) من الموقف الی النار اذا بعثوا . او من ظھر الارض الی بطنھا اذا ماتوا ومن صحراء بدر الی القلیب**'' دیکھئے موقف سے نار کی طرف پکڑ بلائے جانے کو مکان قریب سے پکڑ بلایا جانا فرمایا۔ کیا موقف و نار کا فاصلہ آپ کے نزدیک اتنا بھی نہیں جتنا مقام خطیب و منبر سے آپ کی مسجد بدایوں کے صحن کے ختم تک۔ پھر کیا آپ قرآن مجید کو کہ سکتے ہیں کہ اس نے معاذ اللہ محاورۂ عرب کے خلاف یہاں فرمادیا۔

تحریر مزکور میں ہے''بلکہ اردو جاننے والے بھی ایسی اذان منبر یا خطیب جی صاحب کے پاس یا نزدیک ہرگز نہ کہیں گے۔

اقول:۔ اردو نرے بدایوں نرے آپ کے گھر ہی نہیں بولی جاتی بلکہ اس کے جاننے والے ہند میں اور بھی بستے ہیں۔ جو صحن مسجد اور خطیب جی کی جگہ یا منبر کا درمیانی فاصلہ تو کیا چیز ہے اس سے بھی زائد دور کو نزدیک اور پاس کہتے ہیں۔ کیا آپ کو اب تک نہ معلوم ہوا کہ یہ نزدیک اور پاس ہونا ایک امر اضافی ہے جس کی تعیین بخصوص مقام و قرائن حالیہ ہوتی ہے تو اب آپ کو بدلیل صحیح ثبوت دینا تھا کہ خطیب جی کے پاس اذان دی گئی اس

میں خصوص مقام یہی ہے کہ اذان مسجد کے اندر خطیب جی صاحب سے صرف گز ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر ہو ورنہ پاس نہ رہے گی محض آپ کا ادعا زبانی محل نزاع میں خصم کیوں ماننے لگا۔

ثانیا :۔تھوڑی دیر کے لئے بفرض غلط ومحال فرض کر لیجئے کہ محاورۂ عرب میں اور اردو جاننے والے دونوں اس اذان کے صحن سے باہر ہونے پر قریب اور نزدیک اور پاس اسے نہیں جانتے تو جناب من نرے اس سے بھی تو کام نہیں چلتا مسئلہ شرعی فقہی سے نرا محاورۂ عام اہل عرب یا اہل اردو اگر اس کو **عند المنبر قریبا من الخطیب** خطیب جی صاحب کے پاس یا نزدیک نہ بھی کہے تو ان کا وہ محاورہ فقہاء پر تو حاکم نہیں کہ ان کے بولے ہوئے لفظ میں بھی وہی لے لیا جائے حالانکہ وہ خود اپنا محاورہ بیان کر چکے ہیں۔ملاحظہ ہو کنز ہدایہ قدوری وغیرہ میں ہے''**سرق من المسجد متاعا و صاحبه عنده قطع** ''(مختصر القدوری ص:۱۹۳)مسجد میں سے کوئی چیز چرائے اور مالک اس کے پاس ہے ہاتھ کاٹا جائیگا دیکھئے درمختار و مجتبی و فتح القدیر و بحر وغیرہا میں اس عند کی تفسیر کی'' **ای بحث یراہ** ''عند کے معنی ہیں پیش نظر ہونا جوہرہ نیرہ میں کی''**ھذا اذا کان الحافظ قریبا منه بحیث یراہ اما اذا بعد بحیث لا یراہ فلیس بحافظ** ''(الجوہرۃ النیرہ جلد دوم ص:۱۱)دیکھئے یہاں اس پیش نظر کو قریب اور جہاں سے نظر نہ آئے اسے بعید بتایا ۔اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ اذان صحن مسجد سے باہر پر قطعا عرف فقہاء میں **عند اور قریبا من المنبر** کا اعلان صحیح ہے۔غالبا آپ کو یاد ہوگا کہ میں قرب اہل عرف وقرب معتبر عند الشرع میں بون بعید ثابت کر چکا ہوں ملاحظہ ہو مسئلہ **صفوف فی الصحراء و فی المسجد** ایسی صورت میں اہل عرف کے محاورہ کو اہل علم پر حجت بنانا اور انہوں نے جو خود اپنے محاورہ کی تفسیر فرما دی ہو اس کا لحاظ نہ کر کے اہل عرف کے محاورہ اور وہ بھی اس کو جو واقع میں ان کا محاورہ بھی نہ ہو بلکہ اپنا خود ساختہ ان کی طرف منسوب محاورہ سے اذان کو مسجد کے اندر خطیب جی سے گز ڈیڑھ گز پر کر لینا زبردستی نہیں تو کیا ہے آپ کی اس تحریر کا سارا نچوڑ اہل عرف کے محاورہ پر رہا مگر خدا کے فضل سے احقاق حق و ابطال باطل ہی ہو کر رہا

عرف عرف پکارنا بے سود ورائیگاں گیا اور کیوں نہ ہوتا کہ محض عرف عرف پکارنے سے سنت کریمہ باطل نہیں ہوسکتی۔

تحریر مذکور میں ہے ’’اذان بیرون دروازہ پر لفظ ’’**عند المسجد قریب من المنبر**‘‘ وغیرہ کا اطلاق بخلاف عرف علمائے ادب وفقہاء مذہب کے صحیح سمجھنا کسی منصف عالم محقق کا کام نہیں‘‘۔

اقول اولا:۔جن عالم محقق نے یہ اذان بیرون دروازہ کرائی اور اس پر اس اطلاق کو صحیح سمجھا ان سے گفتگو کیجئے۔ یہاں آپ بار بار بے محل ذکر اس کا کیوں کرتے ہیں ۔ثانیا کیا آپ نے کوئی ثبوت اس کا دیا کہ اذان بیرون دروازہ پر اطلاق **عند المنبر** یا **قریبا من المنبر** کا علماء ادب وفقہاء مذہب کے نزدیک صحیح نہیں ہمیں تو آپ کی اس تحریر بھر میں کہیں نظر نہیں آتا ہے اگر کہیں ہو تو پتا بتائیے ۔یا صرف آپ کی ذات گرامی ہی علماء ادب وفقہاء مذہب ہے لہذا جس کو آپ صحیح نہ مانیں وہ علماء ادب وفقہاء مذہب کے نزدیک صحیح نہیں۔

تحریر مذکور میں ہے ’’بالخصوص جب کہ وہ لفظ ’’**بذلک جری التوارث**‘‘ کہہ کر بتا رہے ہیں کہ یہ معمول قدیم سے جاری ہو کر زمانۂ موجودہ فقہاء کرام تک متوارث ومعمول ہے‘‘۔

اقول:۔توارث توارث کی پکار کئی بار گھر تک پہونچادی گئی۔اجی حضرت یہ بھی تو فرمادیا ہوتا کہ وہ فقہاء مذہب کس چیز کو ’’**بذالک جری التوارث**‘‘ سے تعبیر فرما رہے ہیں۔خیر آپ نے نہ بتایا تو ہم ہی بتائے دیتے ہیں وہ دیکھئے آپ کی ہی منقول عبارت عینی ’’**اذن المؤذنون بین یدیه ای بین یدیه المنبر و بذلک جری التوارث**‘‘ یوں ہی آپ کی منقول عبارت عالمگیری میں ہے ’’**اذن بین یدیه الی قوله بذلک جری التوارث** ‘‘(عالمگیری جلد اول ص:۱۴۹) کہیے اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ فقہاء مذہب نے اذان بین یدیہ پر توارث بتایا ہے جی پھر اس کا یہاں کس نے انکار کیا رہ گیا

آپ کا اپنے اسی قرب مخصوص کا اس بین یدیہ میں ادعا کرنا اوراس پر توارث جاری بتانا اس کا جیسا کچھ ردی حال تھا میں مفصلا ظاہر کر چکا ہوں بفضل اللہ تعالی۔

تحریر مذکور میں ہے''اورزمانہ فقہاء مذکورین سے اب اس زمانۂ موجودہ تک بھی وہی توارث وتعامل ہے''۔

اقول:۔یعنی وہی جوزمانۂ فقہاءکرام میں تھا یعنی اس اذان کا **بین یدیه** ہونا تو ہمارے سرآنکھوں پر ہم تو خود دیکھتے ہیں کہ یہ اذان بین یدیہ ہی متوارث ومعمول علماءحنفیہ ہے اور واقعی کبھی کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ یہ امر متوارث خلل پذیر ہوا اوراذان خطبہ اپنے مقام یعنی بین یدیہ الامام سے تغیروتبدل ہوئی ہو۔اوراگر **متوارث و معمول بھا** سے آپ نے اپنا وہ قرب مخصوص مرادلیا تو کچھ تو آپنے اس کا زمانہ فقہاءکرام مذکورین تک متوارث ہونے کا ثبوت دیدیا ہے کچھ اب یہاں دیدیجئے گا۔اوررہے یہ کہ نہ وہاں ثبوت نہ یہاں صرف ادعاءزبانی ہےاوربس۔

تحریر مذکور میں ہے''کتب فقہ میں جواذان کا داخل مسجد ہونا مکروہ لکھا ہےاس سےصرف اذان نماز پنج گانہ مراد ہے''۔

اقول۔صرف آپ کےادعائے زبانی سے یا کوئی سند بھی ہے؟ کیوں جناب فقہائے کرام نے کیا یہ نہیں فرمایا کہ''**لا یؤذن فی المسجد**''(فتح القدیرجلداول ص۲۵۰،عالمگیری جلداول ص:۵۵،بحرالرائق جلداول ص:۴۴) کیا فعل قوت نکرہ میں اورنکرہ حیز نفی میں عام نہیں ہوتا؟ ملاحظہ ہوں کتب اصول معانی وبیان کیا اب کلام فقہا کا صاف صریح موادنہ ہوکہ اصلا کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے اب کیا کسی شخص کو محض بے دلیل عمومات شرعیہ کی تخصیص کا اختیار ہے؟ کیا خود فقہا نے کہیں فرمایا کہ ہمارا قول **لا یؤذن فی المسجد** صرف اذان نماز پنج گانہ سے خاص ہے؟ اگر کہا ہے تو پتہ ارشاد ہو اگرنہیں تو کیا ان کے عمومات کو بلا دلیل مخصوص کر لینا عقل سلیم کے نزدیک خلاف تحقیق و تقلید ائمہ حنفیہ معلوم نہیں ہوتا کیا اس تخصیص کو صحیح سمجھنا کسی منصف عالم محقق کا کام ہے کیا اما

م محقق علی الاطلاق نے فتح میں اور امام اتقانی نے غایۃ میں خاص باب الجمعہ میں یہ نہ فرمایا ''**هو ذكر الله فى المسجد اى فى حدوده لكراهة الاذان فى داخله**''(فتح القدیر جلد دوم ص:۵۶) جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ کیوں جناب اگر مسجد کے اندر صرف اذان نماز پنج گانہ ہی مکروہ ہے تو محقق کو ایسی کیا ضرورت پڑی تھی جو خاص باب الجمعہ میں ایک لفظ موہم اذان کے داخل مسجد ہونے کا آ گیا تھا اس کی بھی تفسیر فرما کر کراہت اذان داخل مسجد کا حکم فرمایا اس عبارت میں خاص اذان پنج گانہ کا تو ذکر تھا ہی نہیں بلکہ باب الجمعہ میں ہونا اور خطبہ کا اس پر قیاس کرنا صاف مؤید تھا کہ اذان جمعہ ہی مراد لیتے اور وہ آپ کے بقول مسجد ہی میں متوارث ومعمول بہا ہے مگر اب بھی محقق کا وہ تفسیر کرنا اگر انصاف ہو تو کیا صاف صاف نہیں بتاتا کہ خاص یہ اذان ثانی بھی مسجد کے اندر مکروہ ہے۔ اب تو فقہا کے اس ارشاد عام کی بے دلیل تخصیص کیا کہوں کیا ہوئی۔ ہاں شاید آپ نے اپنے اس قول کو دلیل تخصیص سمجھا ہو کہ اذان خطبہ پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا۔ اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے۔

اقول: لیجئے اب اذان ثانی جمعہ کہ زمانۂ رسالت میں وہی اذان جمعہ تھی صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے زمانۂ خلافت میں وہی اذان رہی۔ آیت کریمہ ﴿**اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ**﴾ (پارہ ۲۸ سورۂ جمعہ ۶۲ آیت ۹) (یعنی جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن) میں وہی اذان مراد فقہا نے اس کو سلفاً عن خلف اذان ہی کہا خود انہیں صاحب نے اپنی اس تحریر میں ہاں ہاں اسی جملہ میں اسے اذان ہی لکھا اب وہ اذان ہی نہ رہی بلکہ اس پر تو اذان کا اطلاق تغلیبا ومجازا آ گیا ہے جیسے اقامت پر بدایونی محررین فتوی سے گزارش جناب تو سنی حنفی ہیں اس اذان کو فقہا کے قول عام سے خارج کرنے کے لئے یہ تقریر بریلی کی کچی سرا والی دیوبندی تحریر نے کی تھی جس کا خلاصہ آپ نے لیا۔ ملاحظہ ہو اس کے رسالہ کا صفحہ ۴ پھر قرآن مجید تو ارشاد فرماتا ہے ﴿**اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ**

فَتَبَيَّنُوْا اَنْ تُصِيْبُوْا ﴾الخ۔ (پارہ ۲۶ سورۂ حجرات ۴۹ آیت ۶) کیا آپ کو نہیں معلوم کہ یہ دیو بندی سرا والی ان لوگوں کی تحریر ہے جو عقائد کفریہ رکھتے خود کافر ہو کر کفار کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں تو فاسق کی خبر جانچنے کا حکم ہے کافر کا بطریق اولی۔ مگر آپ نے قطعا نہ دیکھا بھالا کہ یہ سرا والی کی تقلید آپ کو ائمہ حنفیہ کی تقلید سے کہاں تک روگرداں کیئے دیتی ہے؟

اولا درمختار دیکھئے باب الاذان ''**هو اعلام مخصوص لم يقل بدخول الوقت ليعم الفائتة وبين يدى الخطيب** '' (درمختار جلد دوم ص: ۴۷) کہئے یہاں تو اسی باب الاذان کی اذان میں اسے بھی داخل مانا کہئے یہاں جس اذان کی تعریف ہے وہ اذان حقیقی ہے یا تغلیبی مجازی بر تقدیر اولی یہ اذان بھی حقیقی ہوئی کہ حقیقی کی تعریف اس کو شامل ہے بر تقدیر ثانی کس معتمد نے کہا ہے کہ تعریف اذان تغلیبی مجازی کی ہے؟ پھر اس صورت میں کہ اذان پنج گانہ کو بھی تغلیبا اذان کہہ دیا ہے کہ آخر وہ بھی تو اسی تعریف میں داخل ہے تو پھر حقیقی اذان کس کونے میں بستی ہے۔

ثانیا: آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اذان کا اطلاق جو اقامت پر آیا وہاں ائمہ نے کیا تصریح کی ہے امام عینی نے فرمایا ''**الصواد من الاذانين الاذان و الاقامة بطريق التغليب كالعمرين والقمرين** '' عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف جلد ۲ رصفحہ ۶۶۳ر دیکھئے صاف تصریح ہے کہ اقامت پر اذان کا اطلاق تغلیبا ہوا ہے کیا آپ اس کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ کس معتمد نے کس کتاب معتمد میں تصریح کی ہے کہ اذان ثانی جمعہ پر اذان کا اطلاق تغلیبا ہے ورنہ بغیر اس ثبوت کے اس کو اذان نہ سمجھنا کیا ایسا ہی نہیں جیسا کوئی جاہل کہے کہ حضرت عمر کا بھی اسم گرامی عمر نہیں کہ عمر کا اطلاق صدیق پر بھی آیا ہے یا قمر بھی قمر نہیں کہ قمر کا اطلاق شمس پر بھی آیا ہے۔ اب تو آپ کو معلوم ہوا اس اذان کا اقامت کو اذان سے خارج دیکھ کر خارج کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قمر کو قمر ہونے سے خارن کرنا شمس کو خارج دیکھ کر۔ جناب من فتوی نویسی بہت مشکل کام ہے جبھی تو حدیث میں وارد ہوا ''**اجرؤكم على الفتيا اجرؤكم على النار** ''۔ (کنز العمال جلد ۱۰ رص: ۱۹۳)

ثــالثــا:۔آپ اپنے ہی طرز پر سنئے ایک جاہل کندہ ناتراش ضروریات دین کا منکر ہوکر مثلا نماز مغرب میں معاذ اللہ رکوع سے انکار کرے اور آپ سے سیکھ کر استدلال یوں کرے نماز مغرب پر لفظ صلاۃ کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا۔نماز کا اطلاق تو نماز جنازہ پر بھی آتا ہے حالانکہ نماز جنازہ میں بالاتفاق رکوع نہیں۔تو فرمائیے آپ اس کا کیا جواب دیں گے یہی نہ کہ نماز جنازہ من کل وجہ نماز نہیں بلکہ اس کو تو بعض مناسبات کی وجہ سے نماز کہہ دیا ہے اس میں رکوع نہ ہونے سے یہ کیوں لازم آگیا کہ جو من جمیع الوجوہ حقیقۃ نماز ہو اس میں بھی رکوع نہ ہو کہیے پھر اذان میں اس جواب سے کیوں اعراض رہا۔

رابــعــا:۔سنئے تو جب اذان خطبہ پر لفظ اذان کا اطلاق آپ کے بقول تغلیبا ہوگیا۔اور وہ حقیقۃ اذان نہ رہی کیا وجہ ہے کہ آپ اس میں الفاظ اذان وہ استعمال کرتے ہیں جو اذان حقیقی کے ہیں؟ بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ جب یہ اور اقامت دونوں اذان بھی تغلیبا تھیں اور آپ کے بقول دونوں داخل مسجد مسنون تو پھر اس کو مناسبت بہ نسبت اذان حقیقی پنجگانہ کے او قامت سے زائد ہوئی اسی کے الفاظ بھی اس میں آنے چاہئیں نہ اس کے جس سے اسے مناسبت ہی نہیں۔کیا فقہا نے کہیں خاص اس کے نسبت تصریح کردی ہے کہ اس میں الفاظ اذان ہی مستعمل ہونگے اگر چہ اگر چہ یہ اذان تغلیبا ہے۔

تحریر مذکور میں ہے"یوہیں اذان خطبہ بھی اس حکم میں مثل اقامت کے ہے"۔

کیا اذان خطبہ مثل اقامت ہے؟

اقــول یہ تو جب ہوتا کہ یہ اذان فقہا کے اس قول عام "**لایــؤذن فــی الــمسـجـد**" سے خارج ہوتی اور ہم ثابت کر چکے کہ یہ ہرگز ان کے اس قول سے خارج نہیں اور آپ نے جو دلیل خروج پیش کی وہ محض باطل وذاہل ہے۔

تحریر مذکور میں ہے"اور حکم **لایؤذن فی المسجد** بربنائے عبرت فقہائے کرم جن میں لفظ بین یدیہ اور عندالمنبر اور قریبا من المنبر ہے اذان کو شامل نہیں"۔

اقول اولا:۔فقہا کا قول ''**لا یؤذن فی المسجد**'' مسجد کے اندر اذان دینے کو علی العموم منع کر رہا ہے اور ہم ثابت کر چکے کہ ان میں سے ایک لفظ بھی اس قرب مخصوص من المنبر کا تقاضہ نہیں کرتا جس کو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں جو اس اذان کو خواہ مخواہ برخلاف حکم شرع شریف مطہر مسجد کے اندر کر دے تو ان الفاظ کی بنا پر ادعا تخصیص نا قابل قبول باطل محض ہے۔

ثانیا:۔فقہا کا قول ''**لایؤزن فی المسجد**'' حکم ہے اور **عند المنبر علی المنبر** دونوں پتے اعتبار حکم کا ہے یا پتے کا؟ تو یہ دونوں الفاظ یوں بھی غیر قبل لحاظ۔

ثالثا:۔لفظ قریبا منہ صرف عبارت قہستانی میں آیا آپ کو معلوم ہے کہ قہستانی کی نسبت علما نے کیا فرمایا ہے؟ ملاحظہ ہو کشف الظنون ومقدمۂ عمدۃ الرعایہ مولوی عبدالحی صاحب تو اب اگر یہ اس کا افادہ کرے جو **بین یدیه** کے ہیں اور اسی کا افادہ کرتا ہے کہ آخر اس کی تفسیر میں ہی وارد ہوا جب تو قابل قبول اور ہم ثابت کر چکے کہ **بین یدیه** کے معنی امام وقدام کے ہیں جو آپ کے مقصود اسلی کے مثبت نہیں اور اگر بین یدیہ کے خلاف کوئی معنی افادہ کرے تو ضرور مردود کہ اس اذان کا **بین یدیه** ہونا خود حدیث سے ثابت عامۂ کتب معتبرہ میں مذکور علمائے حنفیہ کا سلفا عن خلف معمول ماثور ہے اس کا خلاف ایک معتبر کتاب سے کب مقبول ہو؟ اب رہ گیا بین یدیہ اس کی بنا پر ادعائے تخصیص قول فقہا محض باطل ہے۔ دیکھئے صحابی اہل زبان سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث صحیح ابی داؤد شریف میں اس اذان کو **علی باب المسجد** ہی فرما رہے ہیں اور بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی۔ یہ واضح ثبوت ہے اس بات کا کہ **بین یدی** ہرگز اس قرب مخصوص کا اس اذان میں تقاضا نہیں کرتا جو آپ کا مقصود ہے اور جس کے اثبات کے بعد اس اذان کے مسجد سے دس قدم باہر نکلنا بھی محال ہے۔

رابعا: بلکہ حق تو یہ ہے کہ چاروں لفظ **علی المنبر** اور **عندالمنبر** اور **قریب المنبر** ہمارے مدعا کے مثبت ہیں بدایونی صاحب خواہ مخواہ ان سے اپنا مدعا ثابت

کرنا چاہتے ہیں اوران کوقول فقہا ''لا یؤذن فی المسجد '' کا زبردستی مخصص بنایا چاہتے ہیں۔ سنئے اس اذان عندالمنبر یا علی المنبر کے معتبر ماننے والے اس کی دلیل یہ بتاتے ہیں کہ ''**ھو الذی کان علی عھدرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما** '' ملاحظہ ہوں کتب معتبرہ فقہیہ ہدایہ وکفایہ وغیرہا۔ پھرزمانۂ رسالت میں کس کا ثبوت ہے علی باب المسجد کا؟ اوراس اذان کے **بین یدیہ** ہونے کے لئے بھی علمائے مثبتین نے اسے حدیث سے استناد کیا جس میں علی باب المسجد ہے ملاحظہ ہو فتح الباری امام ابن حجر اور **قریبا من المنبر** اسی **بین یدی** کی تفسیر میں وارد تو یہ بھی اسی معنی کو مفید تو اب جب ان چاروں لفظوں کے ثبوت کی دلیل وہی حدیث ہوئی جس میں علی باب المسجد اذان ہونے کا اثبات ہے تو ضرور معلوم ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی دخول فی المسجد کا تقاضہ نہیں کرتا اب کیا ہر عاقل متدین پر واضح ہو کہ علی ہو یا عند بین یدی ہو یا قریبا منہ ہرایک اسی معنی ثابت پر محمول ہے ''**ولکن الانصاف اعز فی الاخلاف**''۔

تحریر بدایوں میں ہے ''پس جبکہ کسی معتبر کتاب فقہ حنفی سے خاص اس اذان کے متعلق حکم کراہت داخل مسجد ثابت نہیں تو اس کو مقام متوارث قدیم سے باہر نہیں نکالنا چاہئے''۔

اقول: یعنی اگر چہ فقہا نے عام طور پر فرمایا کہ ''**لا یؤذن فی المسجد**'' کوئی اذان مسجد میں نہ دی جائے بلکہ خاص باب الجمعہ میں بھی کراہت ''**اذان فی المسجد**'' محض ایک ایسے لفظ کی تفسیر میں وارد کرکے جس سے ایک ایہام مسجد کے اندر اذان ہونے کا ہوتا تھا اہل نظر کے نزدیک علی الخصوص اس اذان کے داخل مسجد مکروہ ہونے کا صریح اشعار فرمایا اور یہ اذان بھی اذان ہو یہ سب کچھ ہو مگر فقہا نے خاص طور پر نام لے کر تو نہ فرمایا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر مکروہ ہے اور بدایونی تحریر اس کو ماننے والی نہیں بلکہ فاضل بدایونی کے لئے تو اس سے بھی زائد کی ضرورت تھی کہ فقہا نام بنام

ارشاد فرما دیتے کہ مسجد فلاں مسجد فلاں مسجد فلاں میں جمعہ کی اذان ثانی اندر دینا مکروہ ہے جب بدایونی صاحب مان سکتے تھے ورنہ ان کو یہ کہنے کا موقع تھا کہ فقہا نے خاص فلاں مسجد میں تو اذان جمعہ کو مکروہ نہیں لکھا۔ رہ گئے فقہا کے عمومات وہ بدایوں میں کب قابل التفات مگر آفت تو یہ ہے کہ بدایونی صاحب کا ارشاد خود انہیں کا رد کر رہا ہے کہ آ کر لاکھ فقہا نے فرمایا کہ یہ اذان بین یدیہ ہے **عندالمنبر** ہو **قریب المنبر** ہو بلکہ خاص مسجد کے اندر منبر پر چڑھ کر امام کے برابر کھڑے ہو کر ہو لیکن پھر بھی یہ سب احکام عام ہی تو رہے۔ یہ تو علی الخصوص فقہا نے کہیں نہ فرمایا کہ یہ اذان مسجد فلاں مسجد فلاں مسجد فلاں ملک فلاں شہر فلاں محلّہ فلاں میں بھی **بین یدی المنبر عندالمنبر قریب المنبر** بلکہ خاص مسجد کے اندر منبر پر چڑھ کر خطیب صاحب کے برابر کھڑے ہو کر اور جب تک یہ ثابت نہ ہو احکام عام تو فاضل بدایونی مانتے ہی نہیں کہ آخر انہوں نے کہہ دیا کہ ''پس جبکہ کسی معتبر کتاب فقہ حنفی سے خاص اس اذان کے متعلق حکم کراہت داخل مسجد ثابت نہیں الخ'' یا شاید یہ ٹھہری ہو کہ اپنے مخالف تا خاص تصریح بلکہ اخص الخاص بلکہ اخص اخص اخص الخاص درکار اور اپنی موافقت میں عام اور وہ بھی کیسے عام العام بلکہ اعم اعم الاعم بلکہ وہ عام جن میں اپنے مقصود کا کہیں پتہ نہیں صرف اس سے ایک مشاکلت صوری ہے بلکہ وہ عام جن کو اپنے مقصود سے سرتح تنافی ہے وہ بھی بزور ادعا اپنی سند بنا لئے جائیں تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج ہے آ کر میں اتنا بتا دینا اور باقی رہا کہ توارث قدیم کی اذان داخل مسجد میں پکارنا تحریر بدایوں کی ایسی پیچھے پڑی کہ شروع سے لے آخر تک ساتھ نہ چھوڑا تمہید میں ہے اگر چہ مسئلۂ اتفاقیہ ہے جس کا شاہد تعامل وتوارث علمائے کرام اولیائے عظام قرنا بعد قرن ہیں اور ختم میں ہے تو اس کو مقام متوارث قدیم سے باہر نہیں نکالنا چاہئے مگر ثبوت کے لئے اول سے آخر تک ایک لفظ بھی نہیں کہ یہ اذان داخل مسجد متوارث ہونا اس سے ثابت ہو متوارث ہونے کا ثبوت دینا تو الگ رہا اپنے سے زیادہ سے زیادہ دو چار پشت ہی اوپر کا نہیں دے سکتے مگر پکار وہی توارث توارث تعامل تعامل کی جاتی ہے یہ ہے اس تحریر بدیوں کی حالت جس کو ان

مولوی فاضل بدایونی نے اہل حق کی تحقیق اوراس کے خلاف عمل کرنے والوں کومعاذ اللہ فریب وچکر میں پھنسا ہونا بتایامگر ہاں اس تحریک سے اتنا پتہ تو چلا کہ ان کے نزدیک سارا دارومدارادعائے زبانی پر ہے۔اذان داخل مسجد کہاں سے ثابت ہوئی ادعائے زبانی سے توارث کہاں سے ہواادعائے زبانی سے تعامل کہاں سے ثابت ہواادعائے زبانی سے۔ **بیــن یـدیــه** نے اس بدایونی قرب پر کیسے دلالت کی ادعائے زبانی سے اذان خطبہ اذان ہونے سے کیوں خارج ہوئی ادعائے زبانی سے اسی طرح ان مولوی فاضل صاحب نے بھی یہاں بھی فرض کرلیا ہوگا کہ جسے ہم فریب وچکر میں پھنسا ہوا سمجھ لیں بس وہ واقعی فریب وچکر میں فسا ہوا ہے۔سواس کا تمہارے پاس کیا علاج ہے؟ **حسبنـاالـلـه ونعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم۔**

اللہ عزوجل ہمیں اور ہمارے سب سنی بھائیوں کو نا انصافی، تعصب وہٹ دھرمی سے بچائے مسئلۂ حق کے قبول میں رنج کدورت ذاتی نفسانیت کو پاس نہ آنے دے۔ **ربنـا تـقبـل منا انک انت السميع العليم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لـنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب والحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله سيدنا ونبينا وحبيبنا وشفيعنا محمد وآله وصحبه وذرياته وازواجه وعلينا معهم اجمعين برحمتک يا ارحم الراحمين آمين آمين آمين.**

شافی جواب پر کافی ایرادات (۱۳۳۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

سبب تالیف رسالۂ ھذا

یہ چند مختصر وبعونہ تعالیٰ کافی جملے ہیں بدایونی دوسری تحریر میں جو رسالۂ مبحث الاذان کے بعض مباحث کے متعلق کچھ کلام کیا ان میں اس سے جوابات اس پر ایرادات ہیں فقیر اس کو اپنے رسالۂ مذکورہ کا تکملہ کرتا ہے اور بنام تاریخی مشعر سن آغاز وانجام شافی جواب پر کافی ایرادات (۱۳۳۳ھ) سے موسوم کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق

تحریر بدایوں میں ہے" ہاں یہ تو فرمایئے کہ جب آپ کا فتوی ۲۲/برس پہلے مارہرہ شریف وغیرہ میں پہونچ چکا تھا اور جو دلائل اس فتوی میں تھے اب بھی انہین کا اعادہ کیا جاتا ہے کوئی جدید دلیل نہیں باوجود وضوح حق کے اس سنت پر کسی عالم نے عمل نہ کیا اس زمانے میں حضرات اکابر مارہرہ شریف نے اس مردہ سنت کا احیا نہ فرمایا تو ان پر آپ کیا حکم لگاتے ہیں"۔

اقول اولا:۔ یہ آپ نے کہاں سے کہدیا کہ جو دلائل اس فتوی میں تھے اب بھی انہیں کا اعادہ کیا جاتا ہے کوئی جدید دلیل نہیں ذرا اس فتوی اور اب کی تحقیقات رسائل حق نما فیصلۂ نفی العار وقایۃ اہل سنۃ سلامۃ اللہ لاہل السنۃ النکتۃ علی مراء کلکتہ وہزار ضرب اقوی وغیرہا ملاحظہ کیجئے کس قدر دلائل وافادات عالیہ جلیلہ کی کثرت ہے تو یہ ادعائے باطل محض ہو یا نہیں؟ کہ جو دلائل اس فتوی میں تھے اب بھی انہیں کا اعادہ کیا جاتا ہے کوئی جدید دلیل نہیں۔

ثانیا:۔ کیا محض اس فتوی کا پہونچ جانا مطلقا وضوح حق کو مستلزم تھا یوں تو آپ

نے بھی اس فتوے کو دیکھا ہے مگر آپ پر تو آج تک وضوح حق نہ ہوا۔ جناب من وضوح حق کو آپ نے سمجھا بھی کہ کیا چیز ہے.جی ہم سے سنئے وہ ایک نور ہے جسے اللہ عزوجل اپنے جس بندے کے قلب میں جس وقت چاہتا ہے ڈال دیتا ہے وہ باختیار خدا ہے نہ با اختیار بندہ۔

ثالثا:۔اس سنت پر کسی عالم نے عمل نہ کیا یہ آپ نے کہاں سے کہد یا آپ کو نہیں معلوم کہ اضلاع جبلپور وغیرہ میں یہ سنت کریمہ تبھی سے جاری ہے۔

رابعا:۔سنت پر عمل نہ کرنا جب کہ عنادا نہ ہومکروہ ہی ہے مگر اشاعت بدعت باطلہ پر سب علما کا باوصف قدرت سکوت حرام قطعی ہے اگر علمائے متدینین مثل حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ آپ حضرات کی طرح اسے سنت متوارثہ کا رد جانتے اظہار انکار فرض تھا مگر نہ ہوا تو ظاہر ہوا کہ انہوں نے اس مسئلہ کو حق سمجھا یا کم از کم متردد ہے انکار نہ کر سکے۔عجب آپ سے کہ علما پر ترک سنت کا الزام نہ آنے کے لئے انہیں معاذ اللہ تارک فرض وساکت عن الحق قرار دیجئے ایسی دوستی سخت دشمنی ہے۔

خامساً :۔فرض کردم کہ وضوح حق بھی ہو گیا اور باوجود وضوح حق بھی اس سنت پر اس وقت کسی عالم نے عمل نہ کیا تو اس سے اس سنت کریمہ کے سنت کریمہ ہونے میں کیا فرق آ گیا؟ کیا حق پر عمل نہ کرنے سے حق ناحق ہو جاتا ہے؟ کیا وہ چند عالم جن کو اس وقت یہ فتوی پہونچا تھا ان میں سے کسی کے اس وقت اس پر عمل نہ کرنے سے حق ناحق ہو جائے گا؟

سادساً :۔آپ کا قول اس زمانے میں حضرات اکابر مارہرہ شریف نے اس مردہ سنت کا احیانہ فرمایا۔اس وہم پر مبنی ہے کہ خود ان حضرات اکابر مارہرہ شریف کو وہ فتوی گیا۔

اولا:۔ثبوت دیجئے۔

ثانیا:۔حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالی عنہ نے جن سنن کا احیا فرمایا کیا

آپ وہاں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سنن سنن نہ تھیں ورنہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ سے پہلے صحابہ تھے انہوں نے کیوں ان کا احیا نہ فرمایا؟ وہاں حضرت عمر ابن عبد العزیز سے ان صحابہ کا حکم آپ پوچھ سکتے ہیں جنہوں نے ان سنن کا احیا نہ فرمایا۔

ثالثا:۔ کیا محال ہے کہ کسی فرعی مسئلہ میں کسی متاخر عالم پر حق ظاہر ہو جائے جو اس سے پہلے کے اکابر پر ظاہر نہ ہوا ہو کیا اکابر کا علم محیط ہونا ضروری ہے؟ کیا جو اکابر کا علم محیط نہ مانے وہ معاذ اللہ ان اکابر کی کچھ توہین کرتا ہے کیا بہت سے اکابر ائمہ حتی کے مثل حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ وارضاہ عنا کہ ان پر بعض مسائل فرعیہ میں حق متعین ہو کر ظاہر نہ ہوا تو کیا معاذ اللہ اس وجہ سے وہ اکابر نہ رہے کیا اگر یہی اعتراض حق رہے کہ تم جو فلاں سنت کے احیا کے مدعی ہو یہ سنت نہیں ورنہ تم سے پہلے جو اکابر تھے وہ کیوں نہ اس کا احیا کرتے تو کیا سنت کے احیا کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا جس کو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم نے اپنے پاک مبارک ارشاد سے ہمیشہ کے لئے کھولا اور اس پر ۱۰۰ ؍شہیدوں کے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ **سلامۃ اللہ لاھل السنۃ** وغیرہ رسائل میں یہ مباحث مفصلا مذکور ہیں وہاں ملاحظہ ہوں۔

تحریر بدایوں میں ہے ’’مسند عالی مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد صاحب نوری قدس سرہ کا وصال شریف ۲۴ ؍ھ میں ہوا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک عالم ظاہر و باطن میں باوجود علم اس پر توجہ نہ فرمائی‘‘۔

اقول اولاً: حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا زمانہ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالی عنہ سے بہت قریب تھا آپ کے قول پر کس قدر تعجب کی بات ہے ؟ کہ ان حضرات عالیات ظاہر و باطن نے باوجود علم ان سنن کے احیا پر توجہ نہ فرمائی جو حضرت عمر بن عبد العزیز نے احیا فرمائیں۔

ثانیاً: آپ نے یہ بھی جانا کہ اکابر سے جن سنن کا احیا نہ ہو پایا وہ صرف اسی وجہ سے نہیں کہ وہ ان سنن کو سنن نہ جانتے تھے۔ معاذ اللہ جاہل تھے باوجود علم معاذ اللہ توجہ نہ

فرماتے تھے معاذ اللہ دین سے بے پروائی برتتے تھے بلکہ اس کے لئے اور بھی وجوہ کثیرہ عدیدہ ہیں جو کلام علما میں مذکور ہیں۔ سلامۃ اللہ لاھل السنۃ میں ان کا ذکر باقدر کافی ہو چکا تھا مثلا عالم نے اس وجہ سے سنت احیانہ فرمائی کہ بدعت ظالم کی پھیلائی ہوئی تھی عالم نے دفع ظلم پر قدرت نہ پائی۔ یا بدعت اس درجہ شیوع پر ہوگئی کہ عوام وخواص اس میں مبتلا ہوکر ایسے محو ہو گئے کہ بدعت کو سنت، سنت کو بدعت جاننے لگے جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ وہ زمانہ آنے والا ہے جب معروف منکر، منکر معروف ہو جائے گا۔ اور جو چیز ایسی مالوف ہو جائے اس کے خلاف پر کیسے کچھ بلوے نہیں ہوتے۔ اسی مسئلۂ اذان کو دیکھئے کہ کیسے کیسے دلائل دکھائے جاتے ہیں مگر مخالفین ایک نہیں دیکھتے وہی سوسو بار کی مردودات پیش کئے جاتے ہیں تو ایسی حالت میں عالم کا فتنہ سے خوف کرنا کہ ''الفتنۃ اشد من القتل'' اور اس مدد الٰہی کا منتظر رہنا جس سے وہ ان سب فتنوں پر غالب آسکے کچھ مستبعد نہیں۔ اگر پہلے ہی سے خلاف مالوفات ظاہر کر دے تو نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی مثل ہو۔ تو اب اگر اکابر نے باوجود علم بھی خاموشی اختیار کی تو بھی انشاء اللہ العزیز ماجور ہیں یا کم از کم معذور۔

حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین صاحب قدس سرہ خود تو اذان دیتے نہ تھے رہ گیا مؤذن کو اندرون مسجد اذان دینے سے منع فرما دینا تو آپ کو کیوں کر اس جزم حاصل ہوا کہ باوجود قدرت خلاف انہوں نے اس کو روا رکھا۔ حضرت موصوف کے حالات آپ ہم سے زائد کیا جانیں؟ اول تو حضرت موصوف زیادہ تر اپنے وطن سے باہر تشریف رکھا کرتے وہاں جن مساجد میں نماز ادا فرمائی ظاہر ہے کہ وہ مساجد سب ان کے زیر اثر تو تھیں ہی نہیں۔ وہاں اگر اس اذان کو اندر ہوتے دیکھا ہو اور خاموشی اختیار فرمائی ہو تو ظاہر ہے کہ بوجہ خوف فتنہ تھی کہ کہیں عوام تو عوام آپ جیسے مفتی صاحبان بھی جن کو یہ بدعت بھی سنت معلوم ہونے لگی ہے خلاف پر نہ اٹھ کھڑے ہوں۔ رہ گیا اپنا وطن اور وہاں کی وہ مسجد جس کے وہ خود بھی متولی تھے سو آپ کو وہاں کی حالت کیا معلوم کہ خود اہل وطن کی ان کے ساتھ کیا

حالت تھی؟ نہ ہمیں تفصیل کی ضرورت۔ مختصراً اتنا کافی ہے کہ ایسی کچھ حالت تھی جس کی بنا پر ان کے جد امجد حضرت زبدۃ العارفین سند الکاملین حضرت سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہم العزیز نے ان کو اپنے اسلاف کرام کے طریقۂ رائجہ کے خلاف مارہرہ سے باہر رہنے کی اجازت عطا فرمائی۔ ملاحظہ ہو حضرت کی سراج العوارف شریف ایسی حالت میں اگر حضرت موصوف قدس سرہ نے اپنی مسجد میں اس سنت کریمہ کو احیا نہ فرمایا ہو اور اپنے اہل وطن کی اس اصلاح حال میں مصروف رہے ہوں جس سے انہیں یہ مادہ پیدا ہو جائے کہ سنت کو سنت بدعت کو بدعت جاننے لگیں تو یہ عدم احیا کیا معاذ اللہ حضرت کی رفعت شان میں کچھ بٹا لگا سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ حضرت اور حضرت کے دوسرے معاصرین کرام مارہرہ کے اکابر بزرگان عظام ہی کے حسن سعی کا نتیجہ اللہ عزوجل نے دیا کہ ان کے خلاف کو اللہ عزوجل نے وہ علم مرحمت فرمایا جس سے وہ سنت کو سنت اور بدعت کو بدعت سمجھنے لگے اور اس طرح اس سنت کریمہ کا احیا کر کے ان حضرات عالیات کی ارواح مبارکہ کو اپنے سے باذنہ تعالی خوشنود کیا۔

جناب مفتی صاحب آپ کے کلام سے جو حضرات اکابر مارہرہ کے معتقدین کو اس سنت کریمہ پر عمل کرنے میں مغالطہ لگا جاتا تھا دیکھو اگر یہ سنت ہوتی تو تمہارے اکابر ضرور اس کا احیا کرتے اور یہ عالم جو اس کو سنت کہہ رہے ہیں معاذ اللہ معاذ اللہ تمہارے اکابر کو یا جاہل یا مبتدع بناتے ہیں اس سے ان معتقدین کو بچانے کے لئے یہ چند سطور لکھی گئیں کہ۔

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است　　　اگر خاموش بنشینم گناہ است

تحریر بدایوں میں ہے پھر یہ لکھا تھا کہ **بعد قول المنبر** یہ بھی تصریح کر دی ہے **قریبا منہ کما فی جامع الرموز** وغیرہ خصوصیت لفظ عند ما بہ البحث نہیں اصل مقصود اذان کا قریب منبر ہونا ہے۔

اقول:۔ اس کا جواب اتنا کافی ہے کہ ذرا کسی اردو داں ہی سے اپنا پہلا فتوی

پڑھوا کر سنئے دیکھئے اس میں یہ عبارت ہے کہ ''بعض فقہائے کرام نے بعد قول المنبر کے یہ بھی تصریح فرمادی ہے''ای قریبا منہ کما فی جامع الرموز وغیرہ'' جیسا کہ بدایونی دوسری میں بنالی اور جب پہلی میں قطعا وہی عبارت ہے جس میں جامع الرموز وغیرہ پر عندالمنبر لکھ دینے کے بعد اس کی تفسیر قریبا منہ سے کرنے کی غلط و باطل نسبت ہے تو فرمائیے تحریف سے آپ کب بچے؟ اور یہاں صرف آپ پر یہی الزام قائم کیا تھا۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ خصوصیت لفظ عند ما بہ البحث نہیں۔

اقول اولا :۔ جی نہ ہو پھر اس ما بہ البحث نہ ہونے سے آپ الزام تحریف سے کیسے بچے کیا کوئی شخص جس مسئلہ میں بحث کر رہا ہو اصل مسئلہ کے علاوہ ابحاث متعلقہ میں ایک عبارت کسی کتاب کی طرف غلط نسبت کر دے تو کیا وہ تحریف سے بچ سکتا ہے؟ بلکہ انصاف یہ ہے کہ یہ عذر آپ کا بدتر از گناہ ہوا تحریف کی تحریف قائم رہی۔ اور بھرتی بھرنے کا الزام اور نیا سر ہوا کہ جب لفظ عند ما بہ البحث نہیں تھا اصل مقصود اذان کا قریب منبر ہونا تھا تو اب عند کی تحریف بھرتی نہیں تو کیا ہے؟

ثانیا :۔ خصوصیت لفظ عند ما بہ البحث کیوں نہیں؟ کیا وہیں اس عبارت محرفہ سے ملے ہوئے پہلے جملہ میں خاص لفظ عند سے آپ بحث نہیں کر رہے تھے؟ کیا یہ عند میں قرب ثابت کرنا اس کے لئے دلیل اردو فارسی کا ترجمہ مبسوطات و مفردات کی عبارتیں لانا عند سے بحث کرنا نہیں پھر وہیں وہیں اسی سلسلہ میں بے کسی اجنبی کے فصل کے آپ یہ محرفہ عبارت لائے تو کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ خصوصیت لفظ عند سے بحث نہیں۔ مگر جناب اصل یہ ہے کہ زور زبان کے آگے کسی کا کیا چل سکتا ہے؟ آپ صراحۃً عند سے بحث کریں صاف صاف عندالمنبر کی تفسیر قریبا منہ کو جامع الرموز وغیرہ کی طرف نسبت کریں اور جب آپ کو بتایا جائے کہ یہ آپ کی تحریف ہے کس جامع الرموز کس وغیرہ میں بعد قول عندالمنبر کے اس کی تفسیر قریبا منہ سے کی ہے تو آپ پلٹ جائیں اور جو بات چھاپ کر شائع کر چکے اسے بزور زبان یہ بنالیں کہ ہم نے یوں نہیں کہا بلکہ یوں کہا ہے عندالمنبر نہیں کہا المنبر کہا

ہے عند سے ہمیں بحث ہی نہیں۔ کہئے اگر یہی اصول برتا جائے تو کیا جہاں بھر میں کوئی اعلی سے اعلی درجہ کا پکا چھٹا محرف بھی محرف ثابت ہوسکتا ہے؟ وہ چاہے بیں کی کتابیں دفتر کے دفتر تحریف کرلے جب الزام قائم کیا جائے یہ کہدے کہ میں نے یہ نہیں۔ یہ کہا ہے۔ مجھے اس سے بحث ہی نہیں میرا مقصود تو یہ ہے اور الٹا اس تحریف پر تنبیہ کرنے والے کی خوش فہمی دکھانے لگے۔ کہئے ایسے شخص کو آپ کیا لقب دیں گے؟

تحریر مفتی صاحب بدایونی میں ہے خاص لفظ عندا گر ہوا تو کیا نہ ہوا تو کیا؟

اقول :۔ ہوتا تو یہ کہ آپ تحریف سے بچتے اور نہ ہوا اور قطعا نہیں ہے تو یہ کہ آپ تحریف کے مرتکب ہوئے اور ہاں جناب یہ تو فرمائیے۔ جامع الرموز پر تحریف کے الزام کے اٹھانے میں تو آپ نے یہ کچھ زور وشور دکھایا اور وہ جو وغیرہ کو جامع الغموض کے ساتھ لے لیا تھا۔ نری جامع الرموز کی عبارت پیش کردینے سے وہ الزام کیوں کر اٹھا؟ کیا آپ ثبوت دے سکتے ہیں کہ جامع الرموز کے علاوہ کس وغیرہ نے کہاں وہ منبر ہی کے بعد سہی قریبا منہ لکھا ہے؟ یا خود آپ کا وغیرہ کے جانب سے لکھ دینا خود ان وغیرہ کا لکھ دینا آپ نے سمجھا ہے۔ معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ لفظ **بین یدیه** میں اثبات قرب کے لئے فتوی بدایوں میں عبارت راغب لائے۔ ''**یقال ھذاالشئ بین یدیک ای قریب منک**'' اس پر اہل حق نے توجہ دلائی کہ مفردات کے قرب سے جو آپ استدلال کررہے ہیں یہ آپ کے مضر ہے۔ خود انہیں امام راغب نے اسی عبارت منقولہ کے بعد ''**وعلی ھذا قولہ**'' سے اپنی مراد قرب کھول دی ہے جو آپ نے اپنے مضر دیکھ کر حذف کردی اسے دیکھئے اور مضر سے استدلال سے باز آیئے یہ تلخیص اعتراض اہل حق ہے اس پر بدایونی مفتی صاحب جواب دیتے ہیں کہ اس عبارت راغب سے فقط یہ بات ثابت کرنا منظور تھی کہ بین یدیہ کی حقیقت قرب ہے الی قولہ اس خاص قرب کا (یعنی بدیونی قرب مخصوص داخل مسجد کا) اثبات اس عبارت سے مدنظر نہ تھا۔

اقــول :۔اگر یہ مضر ہے استدلال کا بارتو اب بھی قائم رہارہ گیا یہ کہ اس سے مقصود اس قرب خاص بدایونی کا ثابت کرنا نہ تھا نفس قرب کا اثبات تھا۔ یہ تو آپ خوب جانتے ہونگے اپنے دل سے پوچھئے دیکھئے وہ کیا کہتا ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ مقصود تو اس فتوی بھر میں جتنے دلائل ہیں ان سب سے یہی ہے کہ وہ بدایونی قرب مخصوص ثابت کیا جائے۔ اذان کی کراہت داخل مسجد باطل کی جائے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ ایک عبارت اس مقصود کے اثبات کے لئے لائے اور پھر اس سے ثابت نہ ہوتا دیکھ کر دوسرے کے سر پر رکھتے چلے گئے یہاں تک کہ سب عبارتیں بیکار و معطل ہو کر سارا کیا دھرا حقیقت عرفی کے سر رہا۔مگر ظاہر بینوں کو یہ دکھانے کہ لئے کہ عبارت علما سے اپنا مدعیٰ ثابت کیا ہے وہ سب عبارتیں جو یکے بعد دیگرے آپ کے مدعائے اصلی کے اثبات سے ناکام رہیں تھیں مندرج فتوی رہیں۔

تحریر مذکور میں ہے ہماری اس عبارت سے یہ مطلب نکالنا کہ ہم اس اذان کو سرے سے اذان ہی نہیں سمجھتے آپ کی سمجھ کا قصور اور ہم پر افترا ہے۔

اقول :۔نہیں یہ دونوں نہیں تحریر مذکور میں ہے ذرا بتایئے تو اس میں ایسا کون سا لفظ ہے؟ جس سے یہ مفہوم ہوتا کہ اسے تغلیبا اذان بول دیتے ہیں۔

اقول :۔جی وہ لفظ جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے یہ ہے اذان کا اطلاق اقامت پر بھی آتا ہے جس سے صاف صریح یہ مفہوم ہوا کہ جس طرح اقامت پر لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوا اسی طرح اس پر بھی لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوگا پھر اقامت پر کیوں لفظ اذان کے اطلاق سے یہ حکم عائد نہ ہوا؟ اس لئے کہ وہاں وہ اطلاق تغلیبا ومجازا تھا تو ضروری ہوا کہ آپ کے نزدیک یہاں بھی وہ اطلاق تغلیبا ومجازا ہوتا کہ اقامت کی طرح یہاں بھی وہ حکم عائد نہ ہو ورنہ اگر آپ کے نزدیک یہاں وہ اطلاق تغلیبا ومجازا نہ ہو تو آپ کا اطلاق تغلیبی ومجازی کی وجہ سے اقامت کو حکم کراہت شامل نہ ہونے سے یہاں بھی حکم کراہت کا انتفا کر دینا خود اپنے کلام کو مہمل کر دینا ہے۔جس سے آپ پہلا

فتوی لکھتے وقت تو یقیناً راضی نہ ہوتے۔ مگر اگر راضی ہو جائیں تو عجب نہیں کہ نہ مہمل کرنے میں بلائے اشد ہے۔ قرآن مجید وحدیث شریف واجماع امت سب کا رد ہے۔ چلئے ہم بھی آپ کی خاطر سے تسلیم کئے لیتے ہیں کہ واقعی آپ کا وہ پہلا کلام مہمل ہی تھا اگر چہ آپ نے اس کو اب مہمل جانا جب آپ کو اس سے قرآن مجید وحدیث شریف واجماع امت مرحومہ سب کا رد ہونا بتایا گیا تحریر مذکور میں ہے جب ہم بتا چکے کہ حقیقتا وہ قرب ہی کے لئے آتا ہے تو معنئ مجازی کی تصریح کی کیا ضرورت الخ؟

اقول:۔ جی کس قرب کے لئے حقیقتا آتا ہے قرب خاص بدایونی یا قرب مطلق جو صرف حضور سے عبارت ہے۔ اول کو آپ نے کہاں ثابت کیا؟ عبارات علما میں خود آپ نے قبول دیا کہ ان کے لانے سے ہمارا مطلب صرف نفس قرب ثابت کرنا ہے رہ گیا حقیقت عرفی سے اس کا اثبات اس کا حال رسالہ مبحث الاذان میں ملاحظہ کیجئے۔ تو اب آپ کا نفس محاذات کو معنی مجازی کہنا بے دلیل ہوا یا نہیں؟ کیوں جناب قرآن مجید اور حدیث شریف اور اقوال ائمہ قدیم وحدیث عربیت وفقہ وتفسیر وغیرہ میں جو **بین یدی** اس معنی پر مستعمل ہوا اور بتایا گیا ہے کیا وہاں یہ مجازا مستعمل ہوا اور ائمہ نے مجازا بتانے پر اقتصار فرمایا؟ اور تو اور معاذ اللہ ارشادات قرآنیہ میں بھی آپ کے بے دلیل ادعائے مجاز کا اختیار ہے اور یہ جو ائمہ لغت نے اس کی تفسیر امام قدام سے کی ہے اس کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ کیا کتب لغت کی وضع بیان مجازات کو ہوتی ہے؟ پھر بفرض باطل غلط ومحال اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آپ کا یہی قول صحیح ہے اور صرف محاذات معنی مجازی ہے تو جب فقہا کے کلام میں جو اس بین یدی کی تفسیر خود انہیں نے یہ معنی مجازی کر دی تو آپ کو اس سے عدول کا کیا راستہ رہا؟ ملاحظہ ہو فاتح شرح قدوری جس میں اسی بین یدی کی تفسیر" **ای فی حذائه**" موجود ہے۔

تحریر مذکور میں ہے علی الباب اس معنی میں صریح نہیں جو قرب کے منافی ہو۔

اقول: قرب مخصوص بدایونی کے تو ضرور منافی ہے وہ داخل مسجد اذان چاہتا ہے خارج میں پھر کیا داخل وخارج متحد ہیں؟

تحریر مذکور میں ہے کہ ہر دروازہ کا خارج ہونا کیا ضروری؟

اقول :۔ کتنی بار بتادیا کہ دروازۂ مسجد مسجد بمعنی موضع صلاۃ سے ضرور خارج ہے اوراذان کوخارج مسجد ہونے میں اس قدر درکار ہے یہی ہمارا مدعی ہے''اذان من اللہ '' کوبنظر انصاف غور سے پڑھیں۔ جناب مفتی صاحب یہ آپ کے وہ چند اقوال ہیں جن کو فقیر کے رسالہ سے تعلق تھا۔اس میں جو ایرادات آپ کے فتوی سابقہ پر کئے گئے ان میں ان سے جواب کا نام لیا تھالہذا ان کا جواب حاضر کر دیا گیا کہ ظاہر بینوں کی نظر میں یہ نہ ہو کہ فلاں ایراد سے تو جواب دے دیا گیا۔

حسبنا ربنا ونعم الوکیل والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی جمیع الانبیاء والمرسلین خصوصا علی سیدھم وافضلھم سیدنا محمد خاتم النبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ وعلینا معھم وبھم ولھم اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.آمین آمین آمین.

ماخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف	وفات سن ہجری
قرآن کریم	منزل من اللہ	
تفسیر کشاف	علامہ جاراللہ محمود بن عمر زمخشری	۵۳۸
تفسیر جمل	علامہ سلیمان بن عمر عجیلی معروف بالجمل	۱۲۰۴
تفسیر کبیر	امام فخرادین رازی	۲۶
تفسیر صاوی	علامہ شیخ احمد بن محمد صاوی مالکی	۱۲۴۱
تفسیر نیشیاپور	علامہ نظام الدین حسن بن محمد نیشیاپور	۷۲۸
الاتقان فی علوم القران	حافظ جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی	۹۱۱
تفسیر مدارک	امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی	۷۱۰
جامع الرموز	شمس الدین محمد اخراسانی	۹۶۲
زادالتفسیر		
صحیح بخاری	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری	۲۵۲
ترمذی	امام محمد بن عیسی ترمذی	۳۷۹
سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳
سنن نسائی	ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی	۳۰۳
کنزالعمال	علامہ علاءالدین علی متقی	۹۷۵
عمدۃ القاری شرح بخاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی	۸۵۵
فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد	۸۶۱
فتاوی خانیہ	علامہ حسن بن منصور قاضی خاں	۵۹۲
فتاوی عالمگیری	جمعیت علمائے اورنگ زیب	
فتاوی تاتارخانیہ	علامہ بن علا دہلوی	۷۸۶

غنیۃ المستملی	علامہ محمد بن ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بن نجیم	۹۷۰
طحطاوی علی المراقی	علامہ سید احمد طحطاوی	۱۳۰۲
درمختار	علامہ علاء الدین حصکفی	۱۰۸۸
ردالمحتار	علامہ محمد امین ابن عابدین شامی	۱۲۵۲
مختصر القدوری	علامہ ابوالحسین احمد بن محمد قدوری حنفی	۴۲۸
جوہرہ نیرہ	علامہ ابوبکر علی بن محمد بن ابی مفاخر	۵۶۵
فتاوی رضویہ	مجدد اعظم علامہ امام احمد رضا بریلوی	۱۳۴۰
حیات اعلی حضرت	ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری	۱۳۸۴
تاریخ خاندان برکات	علامہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی	
مفاوضات طیبہ	علامہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی	
اہلسنت کی آواز جلد ۱۰/۱۱	علامہ سید آل مصطفیٰ محمد میاں قادری برکاتی	
مقالات شارح بخاری	علامہ شریف الحق امجدی	۱۴۲۱
تاج الفحول حیات وخدمات	مولانا عبد الحکیم نوری	
فیضان شجرۂ رضا	علامہ قاری عبد الرحمٰن خاں قادری	

ایک اہم پیغام

دینی مدارس کی اہمیت وافادیت محتاج بیان نہیں بلکہ دین وسنیت کی بقا واستحکام میں مدارس اسلامیہ کا اہم رول رہا ہے اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے **المکتب النور** کے مخلص اور حساس اراکین نے ایک مدرسہ بنام دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ قائم کرنے کا منصوبہ بنایا جس کی سنگ بنیاد ۲۰/شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ بروز جمعرات کو ہو چکی ہے۔ دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ کی ایک ہزار مربع گز زمین ہے کہ جس پر اس کا تعمیری کام تیزی کے ساتھ چل رہا ہے لہٰذا ہم تمام سنی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ بھرپور تعاون کریں اور اس کے دینی منصوبوں کو پائے تکمیل تک پہنچائیں۔ ان الله لا يضع أجر المحسنين۔

اہل خیر حضرات مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں

محمد راحت خاں قادری

مدینہ مسجد، محلہ، عزت نگر، بریلی شریف

(M) 9457919474, 9058145698

